بین الاقوامی امن کے تقاضے

بین الاقوامی اصلاح وامن کے سلسلے میں سب سے پہلا اور بنیادی امر یہ ہے کہ روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانی گروہوں، جماعتوں اور قوموں کو اصولی اعتبار سے مساوی تسلیم کیا جائے اور اس مساوات کو عملی لباس پہنانے میں قطعاً کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کی جائے۔ اگر چہ کسی کا عقیدہ کچھ ہو جو کتاب حق رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ اس میں انسانی مساوات کا غیر مشتبہ اعلان موجود ہے۔

يَآيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ'' (حجرات:۱۳) لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہارے خاندان اور قبیلے بنائے تا کہ تم پہچان لیے جاؤ۔ یقیناً تم میں اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی اور پرہیز گار ہے۔ خدا دانا اور واقف کار ہے۔

تمام انسان ایک مرد اور ایک عورت یعنی آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کی اولاد ہیں۔ جس طرح ایک ماں باپ کے بچوں میں فرق وامتیاز کی کوئی وجہ نہیں، اسی طرح تم کیوں امتیازات قائم کرتے ہو؟ وہ بھی ایسے جن کے لیے کوئی معقول وجہ موجود نہیں، مثلاً رنگ اور نسل کا اختلاف، دولت وحشمت کا اختلاف، مختلف جغرافیائی خطوں کا اختلاف، یہ تمام اختلافات سراسر باطل اور بے اصل ہیں، جن میں الجھ کر تم ایک دوسرے کے خلاف نفرت کی دیواریں کھڑی کرتے ہو۔ حالانکہ تمہیں چاہیے ان سے قطع نظر کرتے ہوئے بنیادی یکسانی اور یک جہتی کو مرکز توجہ بناؤ یعنی تم سب انسان ہو۔

حضورﷺ نے فتح مکہ کے بعد حرم پاک میں جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا ان میں مخاطب وہ تھے جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف اکیس برس تک ظلم وتعدی کا کوئی بڑے سے بڑا طوفان بپا کرنے میں کسر نہیں اٹھا رکھی تھی اور شاید ہی کوئی سینہ یا چہرہ ہو، جو مخاطبین کی برچھیوں، تلواروں اور تیروں سے جراحت زار نہیں بن چکا تھا۔ تاہم حضورﷺ نے فرمایا: آج تم پر کوئی الزام نہیں اور تم سب آزاد ہو۔

(رسول رحمت، امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد ص:۷۸۶-۷۸۷)

پندرہ روزہ ترجمان

درس حدیث

شکر کی اهمیت و فضیلت

محمد اظہر مدنی

عن معاذ بن جبل رضى الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أخذ بيده ، وقال : "يامعاذ، والله انى لأحبك ،والله انى لأحبك"فقال: أوصيك يامعاذ لاتدعن فى دبر كل صلاة تقول :اللهم اعنى على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك ۔ (رواہ أبوداؤد-۱۵۲۲،صححہ الألبانی فی صحیح أبی داؤد-۱۰۲۲)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا: اے معاذ! اللہ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں، اللہ کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے معاذ! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم کسی بھی نماز کے بعد (یہ دعا پڑھنا) نہ چھوڑنا:"اللهم أعنى على ذكرك وشكرك وحسن عبادتك "اے اللہ میری مدد فرما اپنے ذکر اور شکر اور بہترین عبادت پر۔

تشریح: اللہ رب العزت والجلال کے عطا کردہ انعامات واحسانات کا دل کی گہرائی اور زبان نیز اعضاء وجوارح سے اعتراف کا نام شکر ہے۔شکر گزاری بہت بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بننا اپنے آپ میں ایک بہت بڑی بات ہے۔اللہ جل شانہ نے اپنے شکر گزار بندوں کے لئے بہت ساری بشارتیں سنائی ہیں۔اور ان کو اس شکر گزاری پر بہترین بدلہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اشرف المخلوقات بنایا اور تمام مخلوقات پر فوقیت عطاء فرمائی۔بہتریں ڈھانچے میں پیدا فرمایا:"لقد خلقنا الانسان فى احسن تقويم "اور بے شمار انعامات واحسانات سے نوازا، دنیا میں عیش وعشرت کے تمام سامان مہیا فرمایا، اعضاء وجوارح، آنکھ، ناک، کان، منھ، ہاتھ پیر بنائے اور آخرت میں جنت کی بشارت سنائی۔ان تمام نعمتوں پر بنو آدم کو اسکا شکریہ ادا کرنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ اس شکر گزاری وفرمابرداری کے بدلے اسے مزید نعمتوں سے نوازتا ہے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے شکر گزار تھے۔ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی عبادتوں کے بے پناہ اہتمام کو دیکھ کر سوال کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے اگلے اور پچھلے تمام گناہ معاف ہیں پھر اتنی محنت کیوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: افلا اكون عبدا شكورا ،کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے تھے،رب اجعلنى لك شكارا لك ذكارا ،اے میرے پروردگار! مجھے اپنا نہایت ہی شکر گزار اور ذکر کرنے والا بندہ بنا۔

شکر گزاری کی قرآن کریم میں بڑی تاکید آئی ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:واذ تأذن ربكم لئن شكرتم لأزيدنكم ولئن كفرتم ان عذابى لشديد (سورہ ابراہیم:۷)اور جب تمہارے پروردگار نے تمہیں آگاہ کردیا کہ اگر تم شکر گزاری کروگے تو بیشک میں تمہیں زیادہ دونگا اور اگر تم ناشکری کروگے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔ناشکری کرنا کفران نعمت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں ہے، بلکہ ناشکروں کے لئے سخت وعید سنائی ہے، جبکہ شکر گزاری سے انسانوں کا ہی فائدہ ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: فاذكرونى اذكركم واشكروالى ولاتكفرون (سورۃ البقرۃ:۱۵۲)اس لئے تم میرا ذکر کرو، میں بھی تمہیں یاد کروں گا، میری شکر گزاری کرو اور ناشکری سے بچو۔شکر کرنے پر اللہ تعالیٰ کی مزید عنایتوں کی نوید اور ناشکری پر وعید شدید ہے،اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:لئن شكرتم لأزيدنكم ولئن كفرتم ان عذابى لشديد (سورۃ ابراہیم:۷)اسی طرح سے اللہ تعالیٰ مختلف مقامات پر اپنے انعامات واحسانات کا ذکر کرنے کے بعد ارشاد فرماتا ہے" لعلكم تشكرون "تاکہ تم شکر گزاری کرو۔اس کے علاوہ کتنی ساری ایسی آیتیں ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے خوردونوش کی اشیاء کا نام لیکر کہا کہ اس پر میرا شکر بجالاؤ"فكلوا ممارزقكم الله حلالا طيبا واشكروا نعمت الله ان كنتم اياه تعبدون (سورۃ النحل:۱۱۴)جو کچھ حلال اور پاکیزہ روزی اللہ نے تمہیں دے رکھی ہے اسے کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

اس آیت مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ طیب چیزوں کو چھوڑ کر خبیث چیزوں کا استعمال اسی طرح حلال چھوڑ کر حرام کا استعمال کرنا یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطاء کی ہوئی نعمتوں کی ناشکری میں شامل ہے۔

پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ نے مومن کی صفات بیان کرتے ہوئے بڑی قیمتی بات بتائی ہے۔مؤمن ہمیشہ فائدہ میں ہوتا ہے اور یہی شکر کا سب سے بڑا فائدہ ہے۔مسند احمد کی روایت ہے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔اچانک ہنسنے لگے اور فرمایا: ألاتسألونى مم أضحك ؟تم لوگوں کو پتہ ہے کہ میں کیوں ہنس رہا ہوں؟ صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کیوں ہنس رہے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کا معاملہ بڑا عجیب ہے، اسکا ہر کام اس کے لئے خیر کا باعث ہے۔اگر اسے کوئی چیز نصیب ہو جسے وہ پسند کرتا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہے (اور بعض روایت میں ہے شکر یہ ادا کرتا ہے) اور اگر اسے کوئی نقصان پہنچانے والی چیز پہنچتی ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے تو اس طرح اسکا صبر کرنا اس کے لئے باعث خیر بن جاتا ہے۔اور یہ خوش نصیبی سوائے مومن کے کسی اور کو نصیب نہیں ہوتی ہے۔مذکورہ تمام نصوص سے شکر کی اہمیت وفضیلت اظہر من الشمس ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ الٰہی اپنا شاکر وصابر بندہ بنائے اور حشر نشر بھی انہی کے ساتھ فرمائے۔آمین

☆☆

مدیر مسئول
اصغر علی امام مہدی سلفی
مدیر
عبدالقدوس اطہر نقوی
نائب مدیر: مولانا خورشید عالم مدنی مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
مجلس ادارت
مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی مولانا شہاب الدین مدنی ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی مولانا طہ سعید خالد مدنی مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
ماہ شعبان کے فضائل ومسائل	۶
برزخی زندگی اوراس کے مسائل قرآن واحادیث....	۸
رسول اکرم ﷺ کا اخلاق	۱۴
ملک اور معاشرے میں امن وامان کیسے قائم ہوسکتا ہے؟	۱۶
اصلاح معاشرہ میں مسلم نوجوانوں کا کردار	۱۹
جدید تعلیم کا تصور اور سر سید احمد خاں	۲۲
میرے پیارے وطن	۲۵
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۲۶
جماعتی خبریں	۲۸
اعلان داخلہ	۳۱
رمضان المبارک کے موقع پر تعاون کی اپیل	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدلِ اشتراک

سالانہ	۱۵۰/روپے
فی شمارہ	۷/روپے
پاکستان	۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ ودیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی
مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند
اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶
ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

ابو مصلح الکریمی

خود فراموشی کند تہمت دہد استاد را

نصح وخیر خواہی خوش کن وخوشنما الفاظ ہیں۔ اسی لیے ہر کس وناکس نصیحت کرنے پر اتارو بلکہ اتاؤلا ہورہا ہے۔ خیر خواہوں کا ازدحام عظیم ہے اوراس کے دعویداروں کا کوئی شمار وقطار نہیں ہے۔ زبانی طور پر یہ ان الفاظ وکلمات میں سے سرفہرست ہے جو ہر آدمی کو مرغوب ومطلوب ہیں۔ اور یہ بات زبانی حد تک برائے فریب اور مجرد چاپلوسی کے لیے نہ ہو تو اس سے بہتر کام اور کیا ہوسکتا ہے؟۔ دین اسلام تو دراصل اسی نصح وخیر خواہی سے عبارت ہے۔ ارشاد رسول گرامی قدر صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ”الدین النصیحة. قلنا: لمن یا رسول الله؟ قال: لله ولکتابه ولرسوله ولأئمة المسلمین وعامتهم“ (متفق علیہ) ”دین خیر خواہی کا نام ہے، ہم (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! خیر خواہی کس کے لیے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خیر خواہی اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اس کی کتاب کے لیے ہے، اس کے رسول کے لیے ہے، مسلمانوں کے ائمہ کے لیے ہے اور عام مسلمانوں کے لیے ہے“۔

لیکن یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ نصح وخیر خواہی کا لفظ اصل معنی ومفہوم سے ہٹ کر خود فراموشی، خودستائی، خود رائی اور نہ جانے کن کن مطالب ومفاہیم اور مقاصد کے لیے بولا جارہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سماج ومعاشرہ میں آپ کو بہت سارے بزبان خود مصلح وخیر خواہ بایں انداز واسلوب محو گفتگو مل جائیں گے کہ میں آپ کا بہی خواہ ہوں، آپ کی خیر خواہی مطلوب ہے، اپنے کو تو کچھ لینا دینا نہیں ہے، آپ کی بھلائی مطلوب نہ ہوتی تو لب کشائی ہرگز نہ کرتا، میں آپ کی بہی خواہی میں مر رہا ہوں پھر بھی آپ کو اس کا اندازہ بھی نہیں ہورہا ہے، آج کل کوئی اتنا فارغ البال اور

بیکار نہیں ہے جو آپ کو نصیحت کرنے بیٹھ جائے، خالص محبت اور ہمدردی کی خاطر ہی آپ کو نصیحت کر رہا ہوں ورنہ آج کل کون کس کو پوچھتا اور گھاس ڈالتا ہے، دنیا خیر خواہی اور بھلائی کے بل پر ہی چل رہی ہے، سب تو بدخواہ اور مطلب پرست نہیں ہو گئے ابھی دنیا میں بہت خیر باقی ہے، ہم جیسے کچھ بھی نہیں بلکہ سراپا گنہگار اور سر بسر خطا کار ہونے کے باوجود صرف آپ کا ہی نہیں سب کا بھلا چاہتے ہیں۔ آپ تو اپنے ہیں وہ لوگ بھی اپنے ہی ہیں مگر آپ سے یک گونہ محبت اور لگاؤ ہے۔ اس لیے اتنی خیر خواہی تو کرنی ہی تھی، میں گرچہ ان سخت حالات میں آپ کے کسی کام نہ آ سکا مگر میں ان لوگوں کے معاملے میں آپ کا زیادہ خیر خواہ ہوں۔ ''خود را فضیحت دیگراں را نصیحت'' والی بات یہاں نہیں ہے، مجھے نہ دیکھیں، میرے دل کو ٹٹولئے کہ میں کس اخلاص و خیر خواہی کی وجہ سے یہ نصیحت کرنے بیٹھ گیا اس لیے ایک ناصح خیر اندیش کی بات سمجھ کر گوش بر آواز رہیے۔ پلّو سے باندھ لیجئے ان نصیحتوں اور بھلائیوں کو اور دانت سے مضبوطی سے دبا لیجئے، میرے جیسا نصیحت کرنے والا اور خیر خواہ آپ کو ہرگز نہ ملے گا، بدخواہوں کی کمی نہیں لیکن خیر خواہ تو عنقا ہیں، کیا سنا نہیں ہے آپ نے کہ کسی بیوقوف کو نصیحت مت کرو بھلے اس کو چند ٹکے دینا پڑے، آپ تو خیر خواہی کا حق ادا کرنا چاہیں گے مگر وہ آپ کی بات کا الٹا مطلب نکال لے گا، مگر پھر بھی میں آپ کی بہی خواہی و خیر خواہی اور بھلائی کے لیے یہ بات کہہ رہا ہوں۔ الغرض یہ زبانی جمع خرچیوں کا ایسا وسیع باب ہے کہ ہر جگہ ہر شخص اور ہر وقت یہی کرتا ہوا ملے گا۔ مگر عملی طور پر اس کا وجود جس تیزی سے عنقا ہوتا چلا جا رہا ہے اور جس سرعت کے ساتھ زوال پذیر اور ناپید ہوتا جا رہا ہے اس کا مزاہر ملک و معاشرہ اور فرد و جماعت چکھ رہا ہے اور حیران و پریشان چراغ رخ زیبا لے کر ڈھونڈنے نکل پڑتا ہے۔ یا اس بازار خیر و نصح میں اس جنس نایاب کی تلاش میں ڈھونڈ ھ ڈھونڈ ھ کر تھک چکا ہے۔ گویا کبریت احمر ہے یا علاء الدین کا چراغ، گولر کا پھول ہے یا پارس کا پتھر یا گنگا و جمنا اور گھاگھر اور گنڈک جس میں موتی کمیاب ہی نہیں نایاب بھی ہے۔ اور غوطہ خور اپنی پیہم ڈبکیوں کی بدولت انتہائی درجے گہرائیوں سے اوب اور ڈوب ڈوب کر تھک ہار کر چور چور ہو چکے ہیں۔ پھر نہ یہ جنس گراں مایہ ملنی ہے نہ ملے گی۔

ٹھیک یہی حال اس الیکشن اور انتخاب کے ایام بر ہنگام میں ایماندار، کرمٹھ اور کام اور ویکاس کے متوالے امیدواروں کی ریل پیل ہے۔ ہزاروں تو اس مہنگائی اور نوٹ بندی کے ایام میں بھی کڑوروں روپئے ادا کرنے کے روادار بلکہ دلدار و جانباز اور ایماندار و خالص کام کے، کرمٹھ اور بہترین کنڈیڈیٹس (Candidates) ٹکٹ پانے اور انتہائی صاف ستھری سیکولر و غریب پرور وغیرہ وغیرہ پارٹیوں سے مترشح کئے جانے سے محروم کر دیئے گئے۔ چن چن کر، ڈھونڈ ڈھونڈ کر اور کافی کاٹ چھانٹ کر کے جو امیدوار کھڑے کئے گئے ہیں وہ گویا ایماندار، وکاس کار، سردار وعلمبردار خیر و فلاح و عدل و انصاف، خیر خواہان ملک و ملت، بہی خواہان انسانیت، مناسب انقلابات و تعمیر و ترقی اور چوکیدار و بیدار لوگ ہیں۔ اسی طرح چوکیدار چور ہے کا نعرہ لگانے والوں کی بھی کمی نہیں۔ ہمارے ملک میں الیکشن کے مبارک ایام چاہے پانچ سال کے بعد ہی آئیں خوش کن ایام اور شب و روز ہوتے ہیں جن میں اچھے اچھے ایماندار، قول و کردار اور عمل و اخلاص کے ہیرو بڑی کثرت سے نظر آتے ہیں اور ''كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ'' (الروم:۳۲) ''ہر فرقہ اور گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے مگن اور خوش ہے (کہ وہ حق پر ہے اور دوسرا باطل پر)'' کا منظر پیش نظر رہتا ہے۔ عوام بھی مارے خوشی کے ایمانداروں کی اس بھیڑ میں گم ہو جاتے ہیں اور قومی، وطنی اور ملکی و علاقائی و پارلیامانی و اسمبلی سطح پر تعمیر و ترقی کے ڈھیر لگانے والے، چمکانے والے، شائننگ اور ڈیجیٹل انڈیا آنکھوں کے سامنے پھیرانے والے بڑی تعداد میں آ جاتے ہیں۔ ہائے ہیلو کر کے در در کی دریوزہ گری کرنے والے ہزاروں کے مالک بن جاتے ہیں۔ اللہ اللہ! نہایت مبارک ایام ہیں یہ۔ جس ملک میں یہ سب باتیں پورے پانچ سال تک کمیاب یا نایاب رہتی ہوں اور اچانک ایک دن چند ہفتوں کے لیے زبانی ہی سہی، آ جائیں تو یہ مبارک ایام کہلائیں گے ہی۔ کچھ نہ ہونے

سے کچھ ہونا بھلا، پھراس کومؤکد کرنے کے لیے ہر پارٹی اور ہرامیدوار اپنے مدمقابل کو نیچا دکھانے کے لیے ہرطرح کی الزام تراشی کوروارکھتا ہے اوردوسروں کی پگڑی اچھال کراپنی ٹوپی سلامت رکھنے کی کوشش کرتا ہےاور اس کے نزدیک یہ کوئی کم حصولیابی نہیں ہے۔ حالانکہ اس وقت ضرورت اس بات کی ہے کہ سب اپنے اپنے گریباں میں جھانک کراپنے آپ کو درست کریں، دوسروں کے اندر تاک جھانک کرنے سے پہلے اپنی خواہشات اورقول وکردار کا جائزہ لیتے دوسروں کا حساب کتاب لینے سے پہلے ہم نے کیا کھویا کیا پایااس کا جائزہ لیں اوراس میں دوسروں کا کیا حصہ ہےاس کی خبر لینے سے پہلے خود ہمارا حصہ کتنا تھااس پرغورکریں اورسنجیدگی سے اس کے کفارے کی کوشش کریں، ہمارے اندرخود کتنا اخلاص ہے اور کس قدرایمانداری اورجی داری سے پانچ سالوں تک لگے رہے، دوسروں کا لیکھا جوکھا پیش کرنے سے پہلے اپنا لیکھا جوکھا پیش کریں۔ ہماری کدو کاوش سے ہمارے ملک کا کتنا بھلا ہوا، ہماری سوسائٹی کتنی پروان چڑھی، ہمارا سماج کتنا آگے بڑھا، اورہم نے ان سب کے لیے کیا قربانی دی ایسے موقع سے اس کو بہت سنجیدگی سے (Seriously) لینے کی ضرورت تھی لیکن ہم نے اس میں سے سارے منفی پہلوؤں کو دوسروں کے سرتھوپ دینے میں ہی اپنی کامیابی تصور کی اوراسی میں مگن رہےاور ہاراور جیت کے لیے یہی پیمانہ اور پروپیگنڈہ ضروری سمجھا۔قوموں، جماعتوں، خاندانوں اور افراد کی زندگی میں یہ سب سے خطرناک اورافسوس ناک فکروعمل ہے۔ کیونکہ فرد کی تربیت اورتعمیر سے جماعت اورملت کی تعمیر ہوتی ہے، چھوٹوں کے تربیت یافتہ اور کامیاب ہونے سے لوگ بڑے بنتے ہیں۔چھوٹوں کے سدھرنے اورسنبھلنے سے بڑے بنتے ہیں ورنہ اس کے برعکس تخریب ونامرادی کا سلسلہ دراز ہوتا چلا جاتا ہے اور ”خودفراموشی کند تہمت دہد استاد را“ کا مقدمہ صادق آنے لگتا ہے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

اس کجی کو دور کرنے اور ملک وقوم کی فصیلوں اور دیواروں کومضبوط سے مضبوط تر کرنے کے لیے اپنے اندرتبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔ اپنے قول وعمل کا احتساب کرنے کی ضرورت ہے۔اور دوسروں کی نکتہ چینی اورعیب جوئی کے بجائے مثبت سوچ کے ساتھ آگے بڑھتے رہنے کی ضرورت ہے۔

کہتے ہیں کہ معاشرے سے ایمانداری ختم ہو رہی ہے۔ مسجدیں نمازیوں سے خالی ہوتی جارہی ہیں۔ وعدے پورے نہیں کئے جاتے۔ شہادت حق اور قیام عدل وانصاف کا فریضہ ادانہیں ہورہا ہے۔ انکارمنکر نہیں ہورہا ہے وغیرہ وغیرہ،کوئی ان سے پوچھے کہ کیا یہ ساری خیرخواہی اور نیکی کے کام ازخودانجام پاجائیں گے یا کوئی ان کوانجام دینے والابھی ہوگا۔ کیا یہ نہیں ہوسکتا کہ یہ پہل ہم خوداپنی ذات سے ہی کردیں۔اس پہل میں اگراخلاص وللّٰہیت کارفرما ہوگی تو رفتہ رفتہ لوگ ہمارے ساتھ ہوتے جائیں گےاور کارواں بنتا جائے گا۔شرط یہ ہے کہ پہلے ہم اپنی روش میں تبدیلی لانے کے لیےآمادہ ہوں۔اگرہم اپنے اندرتبدیلی لےآئیں گےتو اوروں کےاندربھی تبدیلی کی توقع کی جاسکتی ہے۔ایک مچھلی سارے تالاب کوگندہ کردیتی ہے۔اسی طرح ایک فرد کے سدھرجانے سے آہستہ آہستہ افراد ومعاشرہ سدھرسکتا ہے۔اگر ہرشخص ایک پھول کا پودا لگانے کا عہد کرلےتو ایک دن خوشبوؤں کا شہر ازخودوجود میں آجائے گا۔اگرقوم وملت کامیاب زندگی کا یہ سراغ اورراز پالےتو کوئی طاقت اس کی تعمیروترقی کوروک نہیں سکتی۔کیا ہم اپنے خاندان، معاشرہ، قریہ، علاقہ اوردیش کے لیےاتنی قربانی نہیں دے سکتے کہ ہم اپنے اندرتبدیلی لانے کے لیے تیار اور پرعزم ہوجائیں۔پھردوسروں کوتبدیل کرنے کی بات کریں۔حاکم محکوم کو براکہے اورمحکوم ورعایا ناکامی کا ٹھیکرا حاکم کے سرپھوڑدے اس سے نہ تو صالح انقلاب آئے گا نہ بدلاؤ آئے گا۔

☆☆☆

ماہ شعبان کے فضائل ومسائل

عبدالمنان شکراوی، اہل حدیث منزل، دہلی

ماہ شعبان قمری سال کا آٹھواں مہینہ ہے۔لفظ شعبان تشعب سے ماخوذ ہے جس کے معنی پھیلنے کے ہیں۔ چونکہ اس میں روزہ رکھنے کی کثرت سے خیر کثیر پھیلتا ہے، اسی لئے اسے شعبان کہا جاتا ہے۔اس ماہ میں روزہ رکھنے کی بڑی فضیلت آئی ہے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ مبارک تھا کہ آپ بعض مہینوں اور بعض دنوں میں خاص عبادت فرماتے۔اور یہ سب امور آپ اپنی مرضی سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی وحی کی روشنی میں بجالاتے تھے۔انہیں مہینوں میں سے ماہ شعبان بھی ہے جس میں آپ خصوصیت کے ساتھ کثرت سے روزہ رکھتے تھے۔اتنے روزے رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے میں نہیں رکھتے۔لیکن افسوس اس ماہ میں ضعیف وموضوع احادیث کی آڑ میں بہت سی خرافات بھی رائج ہوگئی ہیں اور اس کی اصل روح یعنی ماہ رمضان المبارک کے استقبال کی تیاری کے طور پر کثرت سے روزے رکھے جائیں، یہ بات یکسر غائب ہوگئی ہے۔اس ماہ میں مشروع وغیر مشروع اعمال کو چند نکات میں بیان کیا جارہا ہے:

ماہ شعبان کے روزے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ میں کثرت سے روزہ رکھتے تھے اور بہت کم ایسے ایام ہوتے تھے جن میں آپ روزہ سے نہ رہتے۔لہٰذا سنت طریقہ یہی ہے کہ اس ماہ میں مسلمان زیادہ سے زیادہ روزے رکھنے کا اہتمام کریں۔بخاری ومسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ماہ رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے کے مکمل روزے رکھتے نہیں دیکھا اور آپ ماہ شعبان میں چند دنوں کو چھوڑ کر پورے ماہ روزے رکھتے۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی سے سنن نسائی میں مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماہ شعبان میں روزہ رکھنا بہت پسند تھا اور روزہ رکھتے رکھتے ماہ رمضان میں پہنچ جاتے۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ماہ شعبان ورمضان کے علاوہ مسلسل روزے رکھتے ہوئے کسی اور مہینے میں نہیں دیکھا۔احمد اور نسائی میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم روزے رکھتے چلے جاتے یہاں تک کہ ہمیں گمان ہونے لگتا کہ اب روزہ چھوڑیں گے ہی نہیں۔پھر روزہ چھوڑ دیتے تو ہم سمجھنے لگتے کہ اب روزہ رکھیں گے ہی نہیں، سوائے ہفتے میں دو روزوں (یعنی جمعرات اور پیر کے روزے) کے اور ماہ شعبان میں آپ اتنے روزے رکھتے کہ کسی اور مہینے میں اتنے روزے نہیں رکھتے۔میں نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ روزہ رکھنے لگ جاتے ہیں تو چھوڑنے کا نام نہیں لیتے اور چھوڑ دیتے ہیں تو مسلسل چھوڑے رہتے ہیں سوائے دو دنوں کے۔تو فرمایا: کون سے دو دن؟ کہا: جمعرات اور پیر۔فرمایا: یہ دو دن ایسے ہیں جن میں اعمال رب العلمین کے حضور پیش کئے جاتے ہیں، میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال اس حال میں پیش ہوں کہ میں روزے کی حالت میں ہوں۔ پھر میں نے کہا: میں نے آپ کو ماہ شعبان کے علاوہ کسی اور ماہ میں اتنے زیادہ روزے رکھتے نہیں دیکھا؟ فرمایا: یہ ماہ رجب اور ماہ رمضان کے درمیان کا مہینہ ہے جس میں لوگ اکثر غافل رہتے ہیں۔ یہ ایسا مہینہ ہے جس میں اعمال رب العلمین کے حضور پیش کئے جاتے ہیں چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال اس حال میں پیش ہوں کہ میں روزے کی حالت میں ہوں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ میں خصوصیت کے ساتھ کیوں روزہ رکھتے تھے۔ماہ رجب چونکہ حرمت والا مہینہ ہے اور رمضان روزوں کا مہینہ ہے اس لئے لوگ شعبان سے غافل ہوجاتے ہیں اور غفلت کے وقت عبادت زیادہ بہتر ہے۔کیونکہ اس میں اخلاص، عزیمت اور سچی رغبت پائی جاتی ہے۔

کثرت صیام کا مقصد: ماہ شعبان میں روزے کثرت سے اس لئے رکھنے مشروع ہیں کیونکہ اس طرح ماہ رمضان کا اچھا استقبال ہوجائے گا اور روزہ رکھنے کی عادت بھی پڑ جائے گی۔ماہ رمضان کی آمد سے پہلے ہی روزوں کی مٹھاس کا احساس ہونے لگے گا۔ چنانچہ ماہ رمضان کے روزے شروع کرنے میں کسی قسم کی کلفت نہ ہوگی۔جب ماہ شعبان کا مقدمہ مان ہی لیا گیا ہے تو تمام نیک کام مثلاً تلاوت قرآن کریم وغیرہ جو رمضان میں کثرت سے کئے جاتے ہیں اس ماہ میں کرنا چاہئے۔علامہ ابوبکر بلخی کہتے ہیں: ''رجب کا مہینہ کھیتی کرنے کا، ماہ شعبان کھیتی کو سیراب کرنے کا اور ماہ رمضان کھیتی کاٹنے کا مہینہ ہے۔'' ان کا یہ بھی قول ہے کہ ماہ رجب ہوا کی طرح ہے، اور ماہ شعبان بادل کی طرح اور ماہ رمضان بارش کی طرح ہے۔جو ماہ رجب میں جوتے گا بوئے گا نہیں اور ماہ شعبان میں کھیتی کو سیراب نہیں کرے گا تو رمضان میں کاٹے گا کیا؟'' اسی لئے دیکھا جاتا ہے کہ لوگ ماہ رمضان کو شروع تو بہت ہی شوق وذوق اور ہمت وحوصلے سے کرتے ہیں۔مسجدوں میں نمازیوں کے لئے جگہ نہیں ملتی۔جدھر دیکھو لوگ نماز پڑھ رہے ہیں اور تلاوت قرآن کریم میں مشغول ہیں۔لیکن آہستہ آہستہ جوش ٹھنڈا پڑنے لگتا ہے۔چستی سستی میں تبدیل ہونے لگتی ہے۔ہمت جواب دینے لگتی ہے۔جس کی وجہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے دوری، آپ کے معمولات سے بے توجہی اور اہم کاموں کو غیر اہم سمجھنے کی بنا پر ہے۔اگر ہم نے آپ کے طریقے کو اس کی اصل روح اور جذبے کے ساتھ اختیار کیا ہوتا، حقیقی معنوں میں اور سچے دل سے آپ کی اقتدا کی ہوتی اور آپ کو اپنا پیشوا مانا ہوتا تو یقیناً اس کے بہتر نتائج ومفید ثمرات برآمد ہوتے۔اور آج

جو ہماری حالت ہے کہ ہم نیکی کے کاموں سے دور اور سستی وکاہلی کا شکار، عبادتوں کی ادائیگی سے لاپرواہی وبے توجہی، اللہ کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ہی ساتھ مخلوق کے حقوق کی پامالی، اس سب کے مرتکب نہ ہوتے اور نتیجے میں عالمی سطح پر ہر میدان میں جس ذلت ورسوائی کا ہم سامنا کر رہے ہیں وہ نہ کرنا پڑتا اور ہماری جو درگت بن رہی ہے وہ نہ بنتی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نیک سمجھ دے اور ہمارے احوال کو درست فرمادے۔آمین

پندرہ شعبان کا روزہ: جہاں تک پندرہویں شعبان کے روزے کا مسئلہ ہے تو اس کی شریعت میں ممانعت نہیں ہے کیونکہ یہ بھی ایام بیض (چودھویں، پندرہویں، سولہویں) میں سے ہے جن کی بڑی فضیلت آئی ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بڑے اہتمام سے ان تین دنوں کا روزہ رکھتے تھے۔اس دن کا روزہ اس نیت سے رکھا جائے کہ ہم ایام بیض کا روزہ رکھ رہے ہیں نہ کہ پندرہویں شعبان کا جو رائج ہوگیا ہے۔خصوصیت کے ساتھ پندرہویں شعبان کے روزے کے سلسلے میں جتنی بھی روایات ہیں وہ سب کی سب ضعیف اور ناقابل عمل ہیں۔اسی طرح صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین کرام رحمہم اللہ سے بھی ثابت نہیں ہے کہ وہ اس روزے کو خصوصیت کے ساتھ رکھتے تھے۔اس لئے بغیر دلیل کے کوئی عبادت انجام دینا جائز نہیں بلکہ بدعت کے زمرے میں ہے۔

شب براءت کی فضیلت: پندرہویں شعبان کی رات کو شب برائت کہا جاتا ہے اس رات کی فضیلت میں بھی کوئی دلیل نہیں ہے۔البتہ متعدد احادیث اس سلسلے میں وارد ہوئی ہیں وہ سب کی سب ضعیف اور ناقابل عمل ہیں۔ان ضعیف روایتوں میں سب سے مشہور روایت وہ ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر میں نہیں پایا تو میں بقیع کی طرف نکلی، آپ اپنا سر آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے۔آپ نے فرمایا: کیا تم یہ گمان کر رہی تھیں کہ اللہ اور اس کا رسول تیرے ساتھ ناانصافی کرے گا۔میں نے کہا: میں گمان کر رہی تھی کہ آپ اپنی کسی بیوی کے پاس چلے گئے ہیں۔تو آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات آسمان دنیا پر آتا ہے اور قبیلہ کلب (بکریوں کی کثرت کے لئے مشہور تھا) کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ تعداد میں لوگوں کی بخشش فرماتا ہے۔(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

شب براءت کا قیام: اس رات میں قیام سے متعلق بھی کوئی روایت نہیں ہے۔لہٰذا خصوصیت کے ساتھ اس رات کا قیام درست نہیں ہے۔ہاں اگر کسی شخص کا قیام لیل کا معمول ہے تو اور راتوں کی طرح اس رات میں بھی قیام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔بلکہ قیام اللیل کی فضیلت اسے بہر حال حاصل ہوگی۔بعض لوگ اس رات میں خاص نماز اور خاص تعداد میں رکعتیں ادا کرتے ہیں جس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ثبوت نہیں ہے۔لہٰذا اس رات کو قیام اللیل کے لئے خاص کرنا سنت نہیں بلکہ بدعت ہے۔

پندرھویں رات میں تقدیر کا لکھاجانا: بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اسی رات میں تقدیر کے فیصلے ہوتے ہیں۔وہ اسی رات کو لیلۃ القدر سمجھتے ہیں جبکہ لیلۃ القدر سے متعلق قرآن کریم میں واضح ہدایت موجود ہے کہ لیلۃ القدر وہ رات ہے جس میں قرآن کریم کا نزول ہوا اور قرآن کریم ماہ رمضان المبارک میں نازل ہوا ہے جس کے اتنے دلائل ہیں کہ شمار نہیں کیا جاسکتا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ وَمَآ اَدۡرٰىکَ مَا لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ لَیۡلَةُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ'' مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ (القدر:۱-۳) ترجمہ: ''ہم نے اسے (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا۔اور آپ کو معلوم بھی ہے کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں کی راتوں سے بہتر ہے۔'' دوسرے مقام پر فرمان باری تعالیٰ ہے: شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ (البقرۃ:۱۸۵) ترجمہ: ''رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔'' اس سے صاف طور پر یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ قرآن کریم کا نزول جب ماہ رمضان میں ہوا ہے تو لیلۃ القدر غیر رمضان میں کیسے ہوسکتی ہے؟ لہٰذا واضح دلائل کی روشنی میں یہ حقیقت ثابت ہے کہ پندرہویں شعبان کی رات کو لیلۃ القدر سمجھنا سراسر نادانی اور قرآن وحدیث کی تعلیمات سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔کچھ لوگ مانتے ہیں کہ سال بھر میں جن لوگوں کا انتقال ہونا ہوتا ہے ان کی فہرست بھی اسی رات میں تیار کی جاتی ہے۔یہ بھی سراسر بے بنیاد اور من گھڑت بات ہے جس کی قرآن وحدیث سے کوئی دلیل نہیں ہے۔

پندرھویں شعبان کو کھانابنانا: بعض لوگ پندرہویں شعبان کو خصوصیت کے ساتھ کھانا تیار کرتے ہیں جسے غرباء وفقراء کے درمیان تقسیم کیا جاتا ہے۔اور کہا جاتا ہے کہ یہ میری ماں کی طرف سے اور یہ میرے باپ کی طرف سے وغیرہ وغیرہ۔یہ بھی بدعت ہے۔کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں کوئی حدیث وارد نہیں ہے اور نہ ہی صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے اس طرح کا عمل منقول ہے۔لہٰذا یہ غیر شرعی عمل ہے جس سے احتراز کرنا لازمی اور ضروری ہے۔

مختصر یہ کہ ماہ شعبان میں مذکورہ اعمال میں سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کثرت سے روزہ رکھنے کے علاوہ خصوصیت کے ساتھ کوئی اور عمل ثابت نہیں ہے۔روزہ کے علاوہ جتنے بھی اعمال اس ماہ کے ساتھ خاص کئے جاتے ہیں ان کے سلسلے میں یا تو سرے سے کوئی دلیل ہی نہیں ہے، اگر بعض احادیث ہیں بھی تو وہ سب کی سب ضعیف اور ناقابل عمل ہیں۔اسی طرح صحابۂ کرام رضی اللہ عنھم سے بھی مذکورہ اعمال میں سے کوئی عمل ثابت نہیں ہے جس کے بعد ان بے دلیل اعمال کا اہتمام بدعت کے علاوہ کچھ اور نہیں ہوسکتا۔اللہ تعالیٰ ہمیں سنت پر عمل کرنے اور دین کے نام پر ایجاد کئے گئے نئے کاموں سے محفوظ رہنے کی توفیق بخشے۔آمین

☆☆☆

برزخی زندگی اور اس کے مسائل قرآن واحادیث صحیحہ کی روشنی میں

ڈاکٹر امان اللہ محمد اسماعیل مدنی
مدرس مسجد نبوی شریف

الحمد لله، والصلاة والسلام على رسول الله، وعلى آله وصحبه ومن والاه، وبعد:

اہل سنت والجماعت شریعت کے تمام ابواب میں قرآن اور صحیح احادیث سے استدلال کرتے ہوئے مسائل مستنبط کرتے ہیں، اور ہر ہر مسئلے کی وضاحت اور تعیین قرآن وصحیح احادیث اور ائمہ سنت کے اقوال کی روشنی ہی میں کرتے ہیں۔

برزخی زندگی ایک شرعی منصوص زندگی ہے، جس کے مسائل بے شمار ہیں، اس کے بہت سارے مسائل میں عدم فہمی یا کج فہمی کے سبب اختلافات کی کثرت ہے، ساتھ ہی ضعیف وموضوع روایتوں کا سہارا لیا جاتا ہے، لہٰذا ذیل کے سطور میں احقاق حق اور ابطال باطل کی غرض سے قرآن واحادیث صحیحہ اور علماء افاضل کے اقوال کی روشنی میں برزخی زندگی سے متعلق چند اہم امور بیان کئے جارہے ہیں۔

برزخی زندگی کی تعریف: اہل لغت تقریبا اس بات پر متفق ہیں کہ دو چیزوں کے درمیان حائل وحاجز چیز کو برزخ کہا جاتا ہے۔

ابن فارس رقم طراز ہیں: **البَرزَخُ: الحَائِلُ بَينَ الشَّيئَينِ. [معجم مقاييس اللغة ١/ ٣٣٣]**۔ یعنی دو چیزوں کے درمیان حائل چیز برزخ ہے۔

اور جوہری لکھتے ہیں: **البَرزَخ: الحاجز بين الشيئين. [الصحاح للجوهري ١/ ٤١٩]**۔ یعنی دو چیزوں کے درمیان حاجز شیء کا نام برزخ ہے۔

اور برزخ کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے جوہری فرماتے ہیں: **والبَرزَخ: ما بين الدنيا والآخرة من وقت الموت إلى البعث، فمَن مات فقد دخل البَرزَخ. [الصحاح للجوهري ١/ ٤١٩]**۔

یعنی برزخ موت وحیات کے درمیانی زندگی کا نام ہے جو موت کے وقت سے لیکر قبر سے اٹھائے جانے تک ممتد رہتی ہے، جو شخص مر گیا وہ برزخی زندگی میں داخل ہو گیا۔

امام طبری رحمہ اللہ نے اللہ تعالی کے فرمان (**وَمِن وَرَائِهِم بَرزَخٌ إِلَى يومِ يُبعَثُونَ**) کی تفسیر کرتے ہوئے امام مجاہد کا قول نقل فرمایا جو برزخ کے متعلق ہے: "**ما بين الموت إلى البعث**" [تفسیر الطبری ۱۹/۷۱]۔

یعنی برزخی زندگی موت اور بعث کی درمیانی زندگی کا نام ہے۔

ان تمام اقوال کو سامنے رکھتے ہوئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ برزخی زندگی سے مراد وہ زندگی ہے جو دنیاوی زندگی کے ختم ہونے کے بعد شروع ہوتی ہے اور صُور پھونکے جانے کے بعد قبر سے اٹھائے جانے تک ممتد رہے گی، یعنی موت سے لیکر قبر سے اٹھائے جانے تک کے مسائلِ زندگی کو برزخی زندگی کہتے ہیں۔

برزخی زندگی کو برزخی زندگی اس لئے کہتے ہیں کہ یہ زندگی دنیاوی اور اخروی زندگی کے درمیان حائل وحاجز ہے۔

موت برحق ہے: برزخی زندگی کو ثابت کرنے کے لیے موت سے متعلق معلومات وجانکاری حاصل کرنا ضروری ہے، کیونکہ برزخی زندگی کا آغاز موت ہی سے ہوتا ہے، لہٰذا اس سے متعلق کچھ اہم معلومات پیش کئے جاتے ہیں:

جسم سے روح کے نکلنے کو موت کہتے ہیں، اور یہ حیات کے برعکس ہے۔

شریعت اسلامیہ میں لفظ موت نہایت ہی معروف ومشہور ہے، یہ اتنا مشہور ہے کہ اس کی تشریح وتوضیح کی کوئی خاص ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

قرآن اور صحیح حدیث میں لفظ موت کا ذکر خوب ہوا ہے:

۱- اللہ تبارک وتعالی موت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے: {**كُلُّ نَفسٍ ذَائِقَةُ المَوتِ** }[آل عمران:۱۸۵]۔ ترجمہ: ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔

۲- اسی طرح موت اور ہر چیز کے فنا ہونے سے متعلق اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿**كلُّ مَن عَلَيهَا فَانٍ. وَيَبقَى وَجهُ رَبِّكَ ذُو الجَلالِ وَالإِكرَامِ**﴾ [**الرحمن:٢٦، ٢٧**]۔

ترجمہ: جو کچھ زمین پر ہے سب فنا ہو جانے والا ہے۔ صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت وعزت والی ہے باقی رہ جائے گی۔

۳- نیز اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں یہ ذکر فرمایا کہ موت برحق ہے، جس کا کڑوا جام ہر کسی کو پینا ہی ہوگا، اور موت سے کسی کو رستگاری نہیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿**قُل إِنَّ المَوتَ الَّذِى تفِرُّونَ مِنهُ فَإِنَّهُ مُلاقِيكُم ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَى عَالِمِ الغَيبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُم تعمَلُونَ**﴾[**الجُمعَة:٦-٨**]۔

ترجمہ: کہہ دیجئے! کہ جس موت سے تم بھاگتے پھرتے ہو وہ تمہیں پہنچ کر رہے گی پھر تم سب چھپے کھلے کے جاننے والے (اللہ) کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور وہ تمہیں تمہارے کیے ہوئے تمام کام بتلا دے گا۔

۴- اللہ تعالی موت سے متعلق مزید فرماتا ہے: ﴿ **أَينَمَا تَكُونُوا يُدرِككُّمُ المَوتُ وَلَو كُنتُم فِى بُرُوجٍ مُشَيَّدَةٍ** { [**النِّسَاءِ: ٧٨**]۔ ترجمہ: تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں آ پکڑے گی، گو تم مضبوط قلعوں میں ہو۔

ان تمام آیات قرآنیہ سے معلوم ہو گیا کہ موت برحق ہے، اور ہر ذی روح کا انجام کار موت ہے، چاہے وہ نبی، ولی اور شہید ہی کیوں نہ ہوں۔

یہاں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلینا چاہئے کہ تمام انبیاء ورسل علیہم الصلاۃ والسلام حتی کہ ہمارے پیارے اور آخری نبی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما چکے ہیں، سوائے عیسی علیہ السلام کے، کیونکہ صحیح اور صریح دلیل کی روشنی میں عیسی علیہ السلام کو اللہ رب العالمین نے زندہ اٹھالیا ہے، جسکا نقشہ قرآن نے "بل رفعه الله اليه" سے کھینچا ہے، اور وہ قرب قیامت دوبارہ اس روئے زمین پر تشریف لائیں گے اور آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے۔

لہذا انبیاء واولیاء بالخصوص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا کہ ان کا انتقال نہیں ہوا ہے یا انتقال نہیں کرتے ہیں، یا وہ قبر میں دنیاوی زندگی کی طرح زندہ ہیں باطل وبے بنیاد، حقائق سے عاری، اور صحیح عقیدہ کے خلاف ہے۔

برزخی زندگی غیب ہے: ہر وہ چیز جو نگاہوں سے اوجھل اور آنکھوں سے پرے ہو، اسے غیب کہا جاتا ہے۔

برزخی زندگی کے تمام مسائل غیب ہیں، اس طور پر کہ موت سے لیکر قبر سے اٹھائے جانے تک کے تمام مسائل ہم سے پوشیدہ ہیں، ساتھ ہی ساتھ جو اس زندگی کی طرف کوچ کرتا ہے وہ کبھی واپس نہیں آتا۔

شریعتِ اسلامیہ میں غیب پر ایمان لانا ایک شرعی حکم ہے، اور غیبیات پر ایمان لانے والے مومنوں کی اللہ تعالی نے اپنی کتاب قرآن کریم میں یوں تعریف بیان کی ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ [البقرة:۲،۳]۔

ترجمہ: اس کتاب میں کوئی شک نہیں، پرہیزگاروں کو راہ دکھانے والی ہے، جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں اور ہمارے دئے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے ہیں۔

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: أن حياته – صلى الله عليه وآله وسلم – بعد وفاته مخالفة لحياته قبل الوفاة، ذلك أن الحياة البرزخية غيب من الغيوب، ولا يدرى كنهها إلا الله سبحانه وتعالى" [موسوعة الالبانى فى العقيدة٣/٦٦٠]۔

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کی حیات، وفات سے پہلے کی حیات سے الگ ہے، کیونکہ برزخی زندگی غیبیات میں سے ایک غیب ہے، اس زندگی کی کُنہ (حقیقت) وکیفیت کا علم اللہ کے علاوہ کسی کو نہیں۔

اس لیے ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ دیگر غیبیات کی طرح برزخی زندگی- جو غیبِ محض ہے پر اسی طرح ایمان رکھے جس طرح کتاب وسنت میں وارد ہے۔

برزخی زندگی کی کیفیت اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا: جب برزخی زندگی کے بارے میں یہ بات ثابت ہوگئی کہ وہ غیبیات میں سے ہے، تو ہمیں معلوم ہوجانا چاہئے کہ غیبیات کا معاملہ امر توقیفی ہے، یعنی برزخی زندگی کے انہی مسائل کو ثابت ماننا ہے جو قرآن اور صحیح حدیث سے ثابت ہو۔ برزخی زندگی کے امور اور مسائل کے ثبوت میں من مانی، قیاس آرائی اور عقلی گھوڑا دوڑانا کسی بھی اعتبار سے جائز ودرست نہیں ہے۔

لہذا برزخی زندگی اور اس کے ان ہی ثابت شدہ مسائل کو ثابت کریں گے جو قرآن اور صحیح حدیث سے ثابت ہو، برزخی زندگی کی کُنہ (حقیقت) وکیفیت کے ادراک (جانکاری) اور غور وخوض کے سبب ہی آج برزخی زندگی کے اکثر مسائل میں اختلاف نظر آرہا ہے اور عام لوگ غلط عقیدے کے شکار ہو رہے ہیں۔(أعاذنا الله منه)۔

لہذا برزخی زندگی کی کیفیت اور کُنہ سے اعراض کرتے ہوئے ہمارا یہ عقیدہ ہوگا کہ اس کے مسائل کی کیفیت کا علم اللہ رب العالمین کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہے۔

برزخی زندگی اور دنیاوی زندگی میں فرق ہے: جیسا کہ اوپر ذکر ہوا کہ برزخی زندگی سے مراد وہ زندگی ہے جو موت کے بعد شروع ہوتی ہے اور قبر سے اٹھائے جانے تک ممتد رہے گی، اور دنیاوی زندگی وہ زندگی ہے جس کا ہم مشاہدہ کرتے ہیں، یہ زندگی پیدائش سے شروع ہو کر وفات تک ممتد رہتی ہے۔

یہ دونوں زندگیاں الگ الگ ہیں، اور دونوں کے احکام ومسائل بھی جداگانہ ہیں، اسی لیے اہل سنت والجماعت دونوں کے احکام ومسائل اور دونوں کی کنہ وکیفیت میں فرق کرتے ہیں۔

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (فرسول الله صلى الله عليه وسلم بعد موته حى، أكمل حياة يحياها إنسان فى البرزخ، ولكنها حياة لا تشبه حياة الدنيا ... وعلى كل حال فإن حقيقتها لا يدريها إلا الله سبحانه وتعالى، ولذلك فلا يجوز قياس الحياة البرزخية أو الحياة الأخروية على الحياة الدنيوية، كما لا يجوز أن تعطى واحدة منهما أحكام الأخرى، بل لكل منها شكل خاص وحكم معين، ولا تتشابه إلا فى الاسم، أما الحقيقة فلا يعلمها إلا الله تبارك وتعالى) [التوسل انواعہ واحکامہ ص:٦٠]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی موت کے بعد برزخ میں زندہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ برزخی زندگی انسانیت میں سب سے کامل زندگی ہے، لیکن یہ برزخی زندگی دنیاوی زندگی سے بالکل الگ تھلگ ہے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس زندگی کی حقیقت اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اسی لئے برزخی اور اخروی زندگی کا دنیاوی زندگی پر قیاس کرنا جائز ودرست نہیں ہے، اسی طرح ایک زندگی کے احکام دوسری زندگی پر منطبق نہیں ہونگے، بلکہ ہر زندگی کی کیفیت وحکم الگ الگ ہے، دونوں کے نام ہی میں صرف یگانگت ہے جبکہ اس کی حقیقت اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

دنیاوی اور برزخی زندگی کے درمیان فرق کرنا اہل ایمان کی علامت ہے، جبکہ دونوں زندگی کے احکام ومسائل کے درمیان فرق نہ کرنا اہل زیغ وضلالت کی نشانی ہے۔

چونکہ دنیاوی زندگی کے مسائل کا ہم مشاہدہ کرتے رہتے ہیں اس لئے اس کے مسائل کے اندر قیاس جائز ودرست ہے، جبکہ برزخی اور اخروی زندگی ہم سے پوشیدہ

ہے اس لئے اس کے مسائل کے اندر قیاس آرائی جائز ودرست نہیں ہے۔ اس لیے وہ لوگ زیغ وضلال کے شکار ہوجاتے ہیں جو دونوں زندگی کے احکام ومسائل کے درمیان فرق نہیں کرتے۔

برزخی زندگی کے اہم مسائل: برزخی زندگی کے بہت سارے مسائل ہیں جو قرآن وصحیح حدیث سے ثابت ہیں، برزخی زندگی کے اہم مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

فتنۂ قبر: اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ میت کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے تو اس سے منکر ونکیر نامی دو فرشتے تین سوالات کرتے ہیں، فرشتے میت سے اس کے رب، اس کے دین اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے سوال کرتے ہیں۔ فرشتوں کا میت سے قبر میں ان تین چیزوں کے بارے میں سوال کرنے کو شریعت کی اصطلاح میں فتنۂ قبر (یعنی قبر کی آزمائش) کہا جاتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فتنہ سے مراد یہ ہے کہ: لوگ قبر میں فتنے میں مبتلا کیے جاتے ہیں، میت سے کہا جاتا ہے: تمہارا رب کون ہے؟ تمہارا دین کیا ہے؟ اور تمہارے نبی کون ہیں؟ [العقیدہ الواسطیہ ص ۲۰۱]۔

فتنۂ قبر برحق ہے، اور یہ قرآن، حدیث اور اجماع مسلمین سے ثابت ہے:

اللہ تعالی کا فرمان ہے: ((يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالقَولِ الثَّابِتِ فِي الحَيَاةِ الدُّنيَا وَفِي الآخِرَةِ)) [ابراہیم: ۲۷]۔

ترجمہ: ایمان والوں کو اللہ تعالی پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے، دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔

یہ آیت کریمہ فتنۂ قبر یعنی منکر ونکیر کے میت سے تین سوالوں کے بارے میں ہی نازل ہوئی، فعنِ البَرَاءِ بنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " إِذَا أُقعِدَ المُؤمِنُ فِي قَبرِهِ أُتِيَ، ثُمَّ شَهِدَ أَن لاَ إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، فَذَلِكَ قَولُهُ: ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالقَولِ الثَّابِتِ﴾ [إبراهيم: ۲۷] " حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا غُندَرٌ، حَدَّثَنَا شُعبَةُ بِهَذَا – وَزَادَ – ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ [إبراهيم: ۲۷] نَزَلَت فِي عَذَابِ القَبرِ. [صحيح بخارى حديث: ۱۳۶۹]۔

ترجمہ: براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میت کو جب قبر میں بٹھایا جاتا ہے اور وہ ایک اللہ کی عبادت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتا ہے اسی کے بارے میں اللہ تعالی کا فرمان ہے: اللہ تعالی مؤمنین کو قول ثابت کے ذریعہ ثابت قدمی عطا فرماتا ہے۔ امام شعبہ کے یہاں یہ اضافہ ہے کہ ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ عذاب قبر سے متعلق نازل ہوا۔

اس کے علاوہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تواتر کے ساتھ فتنۂ اور دو فرشتوں کا میت سے سوال کے بارے میں صحیح ترین احادیث متعدد صحابہ کرام سے وارد ہیں [شرح الصدور للسیوطی ص ۱۲۱]۔

ان صحیح احادیث میں اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما کی روایت: عـن أسـمـاء بـنـت أبـي بـكـر رضي الله عنهما تقول: قام رسول الله صلى الله عليه وسـلـم خطيبا فذكر فتنة القبر التي يفتتن فيها المرء، فلما ذكر ذلك ضج المسلمون ضجة" بہت مشہور ہے۔ [صحیح بخاری حدیث: ۱۳۷۳]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطیب کی حیثیت سے کھڑے ہوئے، آپ نے فتنۂ قبر جس میں انسان فتنے میں ڈالا جاتا ہے کا ذکر فرمایا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنۂ کا ذکر فرمایا تو لوگ چیخ وپکار کے شکار ہوگئے۔

اسی طرح انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت: عـن أنـس بـن مـالـك رضـي الله عنه أنه حدثهم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن العبـد إذا وضـع فـي قبـره وتـولـى عنه أصحابه – وإنـه ليسـمع قرع نـعالهم– أتاه ملكان فيقعدانه فيقولان: ما كنت تقول في هذا الرجل؟ لـمـحـمـد صلى الله عليه وسلم فأما المؤمن فيقول أشهد أنه عبد الله ورسـولـه، فيـقـال لـه: انظر إلى مقعدک من النار، قد أبدلک الله به مـقـعـدا مـن الجنة، فيراهما جميعا، قال قتادة: وذكر لنا أنه يفسح في قبـره، ثم رجع إلى حديث أنس قال: وأما المنافق والكافر فيقال له: ما كـنـت تـقـول فـي هـذا الـرجـل، فيقول: لا أدرى كنت أقول ما يقول الـنـاس، فيـقـال: لا دريـت ولا تـليـت، ويـضـرب بمطارق من حديد ضـربة، فيصيح صيحة يسمعها من يليه غير الثقلين. بھی کافی مشہور ہے [صحیح بخاری حدیث: صحیح بخاری حدیث: ۱۳۷۴]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: بندہ جب قبر میں رکھا جاتا ہے اور لوگ تدفین کے بعد واپس جانے لگتے ہیں- میت ان کے چلنے کی آواز سماعت کرتا ہے- دو فرشتے تشریف لاتے ہیں اور میت کو بٹھا دیتے ہیں، اور اس سے سوال کرتے ہیں کہ تم اس آدمی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتے ہو، مؤمن جواب میں کہتا ہے: وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، پھر اس سے کہا جاتا ہے: تم اپنا جہنمی ٹھکانہ دیکھو اللہ تعالی نے اس کے عوض تمہارا ٹھکانہ جنت بنادیا ہے، میت دونوں ٹھکانے کو دیکھتا ہے۔

امام قتادہ فرماتے ہیں: ہم سے بیان کیا گیا کہ اس کی قبر میں کشادگی کی جائیگی، پھر انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرف لوٹ آئے، کہتے ہیں: اور منافق اور کافر سے کہا جائیگا: تم اس آدمی کے بارے میں کیا کہا کرتے تھے؟ وہ کہے گا: میں نہیں جانتا، میں وہی کچھ کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے، اس سے کہا جائیگا: تم نے جانا نہیں اور نہ ہی تلاوت کی، اور اسے لوہے کے ہتھوڑے سے مارا جائیگا جس سے وہ زور سے چیخے گا، جس چیخ وپکار کو جن وانس کے علاوہ ہر کوئی سنے گا۔

قرآن وحدیث کے نصوص کو سامنے رکھتے ہوئے علماء اجلاء کا اجماع ہے کہ فتنۂ اور فرشتوں کا قبر میں میت سے سوال کرنا برحق وثابت ہے، اس پر اہل ایمان کا ایمان لانا اور اس کے مطابق عقیدہ بنانا واجب وضروری ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:(**وسؤال منكر ونكير حق كائن فى القبر، وإعادة الروح إلى الجسد فى قبره حق، وضغطة القبر وعذابه حق كائن ...) [الفقه الأكبر المنسوب إلى أبى حنيفة مع شرحه للدكتور محمد الخميس ص: ٩٦]**۔

ترجمہ: قبر میں منکر ونکیر کا سوال برحق ہے، اسی طرح قبر میں روح کا جسم کی طرف لوٹائے جانا بھی برحق ہے، ساتھ ہی قبر کا میت کو دبوچنا اور عذاب قبر برحق ہے۔

امام طحاوی فرماتے ہیں:(**وسؤال منكر ونكير فى قبره عن ربه ودينه ونبيه على ما جاء ت به الأخبار عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وعن الصحابة رضوان الله عليهم. والقبر روضة من رياض الجنة، أو حفرة من حفر النيران) [العقيدة الطحاوية مع شرحها لابن أبى العز الحنفى (٢/٥٧٢)]**۔

ترجمہ: قبر میں منکر ونکیر کا میت سے اس کے رب، دین اور نبی کے بارے میں سوال کرنے پر ہم ایمان رکھتے ہیں، کیونکہ اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اخبار وارد ہیں، اور قبر جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے یا جہنم کے گڈھوں میں سے ایک گڈھا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: (**ومن الإيمان باليوم الآخر: الإيمان بكل ما أخبر به النبى صلى الله عليه وسلم مما يكون بعد الموت، فيؤمنون بفتنة القبر، وبعذاب القبر ونعيمه) [العقيدة الواسطية مع شرحها للهراس ص: ٢٠١]**۔

ترجمہ: یوم آخرت پر ایمان لانے میں یہ بھی داخل ہے کہ ہر اس چیز پر ایمان ہو جو موت کے بعد پیش آئے، اہل سنت والجماعت فتنہء اور عذاب قبر ونعیم قبر پر ایمان رکھتے ہیں۔

امام سفارینی فرماتے ہیں: (**سؤال الملكين منكر ونكير، فالإيمان بذلك واجب شرعا لثبوته عن النبى صلى الله عليه وسلم فى عدة أخبار، يبلغ مجموعها مبلغ التواتر**) [لوامع الأنوار (٢/٥)]۔

ترجمہ: منکر ونکیر کے میت سے سوال پر ایمان لانا شرعا واجب ہے، کیونکہ اس کا ثبوت متعدد احادیث سے ملتا ہے، جو مجموعی طور پر تواتر تک پہنچ جاتے ہیں۔

ان تمام نصوص اور علماء کے اقوال سے علم یقین ہو جاتا ہے کہ فتنہء اور میت سے منکر ونکیر کا سوال کرنا حق وثابت ہے اور اسی پر علماء اجلاء کا اتفاق ہے۔

فتنہء کا انکار اور غلط تاویل باطل وبے بنیاد ہے، ان غلط چیزوں کی طرف التفات کرنا بھی غلط ہے۔[فتنہء کے انکار سے متعلق لوگوں کے اقوال ملاحظہ فرمائیں: المواقف فی علم الکلام للإیجی ص:٥١٦-٥١٨، والروح لابن القیم ص:١٠٥-١٠٦]۔

عذاب قبر ونعیم قبر: برزخی زندگی کے مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ عذاب قبر اور نعیم قبر ہے۔

اہل سنت والجماعت عذاب قبر اور نعیم قبر پر کما حقہ ایمان رکھتے ہیں۔

قرآن کریم کی متعدد آیتوں سے استدلال کرتے ہوئے متعدد علماء نے قرآن کریم سے عذاب ونعیم قبر کو بھی ثابت کیا ہے۔

ذیل میں چند آیتیں پیش خدمت ہیں جو عذاب قبر ونعیم قبر پر دلالت کرتی ہیں:

١-اللہ تعالی کا فرمان ہے: ((**وَمِمَّن حَولَكُم مِنَ الأَعرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِن أَهلِ المَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لا تَعلَمُهُم نَحنُ نَعلَمُهُم سَنُعَذِّبُهُم مَرَّتَينِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَى عَذَابٍ عَظِيمٍ**))[التوبہ:١٠١]

ترجمہ: اور کچھ لوگ تمہارے گردوپیش میں اور کچھ مدینہ والوں میں ایسے منافق ہیں کہ نفاق پر اڑے ہوئے ہیں، آپ ان کو نہیں جانتے، ان کو ہم جانتے ہیں، ہم ان کو دُہری سزا دیں گے پھر وہ بڑے بھاری عذاب کی طرف بھیجے جائیں گے۔

اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے بہت سارے علماء نے عذاب قبر کو ثابت کیا ہے، اس طور پر کہ اس آیت کریمہ میں تین مرتبہ عذاب کا ذکر ہے، پہلے عذاب سے مراد دنیاوی عذاب ہے جبکہ دوسرے عذاب سے مراد قبر کا عذاب ہے اور تیسرے عذاب سے مراد قیامت کا عذاب ہے۔[دیکھیں: **تفسير الطبرى (١١/٩-١٢)، و زاد المسير فى علم التفسير لابن الجوزى (٣/٢٧٢-٣٧٣)، ومعالم التنزيل للبغوى (٣/١١١)، و الجامع لأحكام القرآن للقرطبى (٨/٢٢٠)، وتفسير القرآن الكريم لابن كثير (٣/٣٥٠)**]۔

٢-اللہ تعالی مزید فرماتا ہے: ((**وَمَن أَعرَضَ عَن ذِكرِى فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكاً**)) [طہ:١٢٤]۔

ترجمہ: جو میری یاد سے روگردانی کریگا اس کی زندگی تنگی میں رہے گی۔

اس آیت کے اندر **المعيشة الضنک** سے مراد بہت سارے اہل علم کے نزدیک عذاب قبر ہے [دیکھیں علماء اور مفسرین کس طرح اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے عذاب قبر کو ثابت کیا ہے: **تفسير الطبرى (٨/٩-١٢)، والبحر المحيط لأبى حيان (٦/٣٥٣)، وتفسير القرآن الكريم لابن كثير (٣/١٦١)**]۔

٣-اللہ تعالی کا فرمان ہے: ((**النَّارُ يُعرَضُونَ عَلَيهَا غُدُوّاً وَعَشِيّاً وَيَومَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدخِلُوا آلَ فِرعَونَ أَشَدَّ العَذَابِ**))[**غافر: ٤٦**]۔

ترجمہ: آگ ہے جس کے سامنے یہ ہر صبح وشام لائے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی فرمان ہوگا کہ آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں ڈالو۔

ابن کثیر فرماتے ہیں:(**وهذه الآية أصل كبير فى استدلال أهل السنة على عذاب البرزخ فى القبور**)[تفسیر ابن کثیر ٣/٧٢]۔

یعنی یہ آیت کریمہ اہل سنت کے نزدیک عذاب برزخ پر استدلال کے لیے عظیم اصل ہے۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (ذهب الجمهور أن هذا العرض هو في البرزخ). [فتح القدیر للشوکانی (۳/۷۰۵)]۔

یعنی جمہور کے نزدیک اس عرض سے مراد برزخ کا عرض ہے۔

3-اللہ تعالیٰ نعیم قبر سے متعلق فرماتا ہے: ((إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ (30) نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ (31) نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ)) [فصلت: ۳۰-۳۲]۔

ترجمہ: واقعی جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہے ان کے پاس فرشتے آتے ہیں کہ تم کچھ بھی اندیشہ اور غم نہ کرو بلکہ اس جنت کی بشارت سن لو جس کا تم وعدہ دئے گئے ہو۔ تمہاری دنیاوی زندگی میں ہم تمہارے رفیق تھے اور آخرت میں بھی رہیں گے، جس چیز کو تمہارا جی چاہے اور جو کچھ تم مانگو سب تمہارے لیے موجود ہے۔ غفور رحیم کی جانب سے یہ سب کچھ بطور مہمانی کے ہے۔

ابن کثیر فرماتے ہیں: (وقال زيد بن أسلم يبشرونه عند موته، وفي قبره، وحين يبعث . رواه ابن أبي حاتم . وهذا القول يجمع الأقوال كلها، وهو حسن جدا وهو الواقع) [تفسیر ابن کثیر ۴/ ۸۸]۔

ترجمہ: زید بن اسلم نے فرمایا: موت کے وقت فرشتے بشارت دیتے ہیں، اور قبر میں اور قبر سے اٹھائے جاتے وقت۔ مزید فرماتے ہیں: اس قول میں تمام اقوال جمع ہوجاتے ہیں، اور یہی سب سے اچھا قول اور واقع کے مطابق ہے۔

5-اللہ تعالیٰ مزید فرماتا ہے ((يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (27) ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (28) فَادْخُلِي فِي عِبَادِي (29) وَادْخُلِي جَنَّتِي)) [الفجر: ۲۷-۳۰]۔

ترجمہ: اے اطمینان والی روح۔ تو اپنے رب کی طرف لوٹ چل اس طرح کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے خوش۔ پس میرے خاص بندوں میں داخل ہوجا۔ اور میری جنت میں چلی جا۔

صحیح قول کے مطابق یہ بات موت کے وقت نفس کو کہا جائیگا۔ [الروح لابن القیم ص: ۱۳۳]۔

ان تمام آیات قرآنیہ سے عذاب قبر ونعیم قبر کا ثبوت ملتا ہے، لہذا ان تمام آیات سے ہمیں معلوم ہوجانا چاہئے کہ عذاب قبر ونعیم قبر کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے، اور یہ کہنا بالکل غلط ہوگا کہ عذاب قبر ونعیم قبر کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔

نصوص قرآنی کے علاوہ صحیح سنت رسول میں بھی کثرت کے ساتھ عذاب قبر ونعیم قبر کا ذکر ہوا ہے، بلکہ بعض علماء نے ان احادیث کو تواتر کا درجہ بھی دیا ہے۔

چند صحیح احادیث ملاحظہ فرمائیں:

1-عن عائشة رضي الله عنها: أن يهودية دخلت عليها فذكرت عذاب القبر فقالت لها؛ أعاذك الله من عذاب القبر . فسألت عائشة رسول الله صلى الله عليه وسلم عن عذاب القبر فقال: نعم، عذاب القبر . قالت عائشة رضي الله عنها: فما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم بعدُ صلى صلاة إلا تعوذ من عذاب القبر . زاد غندر: عذاب القبر حق [صحيح بخارى حديث: ۱۳۷۲].

ترجمہ: عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت ان کے پاس آئی اور اس نے عذاب قبر کا ذکر کیا، تو اس نے کہا: اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب قبر سے بچائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عذاب قبر کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، تو آپ نے فرمایا: ہاں، عذاب قبر برحق ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں: اس کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر نماز کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگتے ہوئے دیکھا۔ غندر کی روایت میں یہ اضافہ ہے کہ: عذاب قبر برحق ہے۔

2-عن أبي هريرة قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعو : اللهم إني أعوذ بک من عذاب القبر، ومن عذاب النار، ومن فتنة المحيا والممات، ومن فتنة المسيح الدجال[صحيح بخارى حديث: ۱۳۷۵]. ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا کرتے تھے: اے اللہ! میں عذاب قبر، جہنم کے عذاب، زندگی وموت کے عذاب اور مسیح دجال کے فتنے سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

3-عن ابن عباس رضي الله عنهما مر النبي صلى الله عليه وسلم على قبرين فقال: إنهما ليعذبان وما يعذبان في كبير . ثم قال: بلى، أما أحدهما فكان يسعى بالنميمة، وأما الآخر فكان لا يستتر من بوله. قال: ثم أخذ عودا رطبا فكسَره باثنتين، ثم غرز كل واحد منهما على قبر ثم قال: لعله يخفف عنهما، ما لم ييبسا "[صحيح بخارى حديث: ۱۳۷۸]۔

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبر سے گزر ہوا، آپ نے فرمایا: ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے، کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا ہے، پھر آپ نے فرمایا: کیوں نہیں؟ ان دونوں میں سے ایک چغل خور تھا، اور دوسرا پیشاب کے چھینٹے سے نہیں بچتا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تر ٹہنی لی اور اسے دو حصوں میں تقسیم کیا، اور دونوں قبروں میں گاڑ دیا اور فرمایا: ممکن ہیکہ جب تک یہ ٹہنی خشک نہ ہوجائے دونوں کے عذاب میں تخفیف ہو۔

4- عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن أحدكم إذا مات، عرض عليه مقعده بالغداة والعشي؛ إن كان من أهل الجنة فمن أهل الجنة، وإن كان من أهل النار فمن أهل النار، فيقال: هذا مقعدک حتى يبعثک الله يوم القيامة. [صحيح بخارى حديث: ۱۳۷۹]۔

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جب کسی کا انتقال ہوتا ہے تو صبح وشام اس پر اس کی جگہ پیش کی جاتی ہے، اگر وہ جنتی ہے تو جنتی کا مقام اور اگر جہنمی ہے تو جہنمی مقام، اور اس سے کہا جاتا ہے: یہی تمہارا ٹھکانہ ہے یہاں تک کہ اللہ تعالی تمہیں قیامت کے دن قبر سے اٹھائے۔

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (فأما أحاديث عذاب القبر ومسألة منكر ونكير فكثيرة متواترة عن النبى صلى الله عليه وسلم)[الروح ص: ٩٧]۔

ترجمہ: عذاب قبر اور منکر ونکیر کے سوال سے متعلق احادیث کی کثرت ہے اور تواتر کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

ابن ابی العز فرماتے ہیں: (وقد تواترت الأخبار عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى ثبوت عذاب القبر ونعيمه لمن كان لذلك أهلا)[شرح العقيده الطحاويه ٢/٥٧٨]۔

ترجمہ: عذاب قبر اور نعیم قبر کے سلسلے میں تواتر کے ساتھ احادیث ثابت ہیں۔

قرآن وحدیث اور علماء افاضل کے اقوال سے عذاب قبر اور نعیم قبر کے ثبوت پر مکمل روشنی پڑتی ہے۔[عذاب قبر اور نعیم قبر سے متعلق دیکھیں کتاب: إثبات عذاب القبر، للإمام أبى بكر أحمد بن حسين البيهقى، تحقيق: ڈاکٹر شرف محمود القضاة، دار الفرقان، ط١، ١٤٠٣ھ-١٩٨٣م]۔

عذاب قبر اور نعیم قبر سے متعلق دو اہم مسائل:

پہلا مسئلہ: عذاب قبر اور نعیم قبر کا تعلق جسم اور روح دونوں سے ہے، اس لئے جس طرح روح کو عذاب اور نعمت ملتی ہے اسی طرح بدن کو بھی عذاب اور نعمت کا احساس ہوتا ہے، یعنی روح بدن سے الگ ہونے کے بعد بھی بدن سے متصل ہوتی ہے، اور قیامت کے دن روح جسم کی طرف لوٹا دی جائے گی، پھر جسم وجان کے ساتھ میت اپنی قبر سے اٹھایا جائے گا۔[اس سلسلے میں کتاب: الفصل فى الملل والأهواء والنحل لابن حزم(٤/١١٨)، اور کتاب: الروح لابن القیم ص:٩٦-٩٧، اور کتاب: الآیات البینات فی عدم سماع الأموات علی مذهب الحنفية السادات للشیخ نعمان بن محمود الآلوسی ت- محمد ناصر الدین ص:٤٤ کا مطالعہ مناسب ہوگا]۔

دوسرا مسئلہ: عذاب قبر اور نعیم قبر سے متعلق ایک اہم مسئلہ یہ بھی ہے کہ عذاب قبر اور نعیم قبر سے مراد عذاب برزخ اور نعیم برزخ ہے، اغلبیت کی بنیاد پر برزخی زندگی کو قبر کی زندگی سے موسوم کیا گیا ہے، چونکہ غالبا لوگ قبر میں مدفون ہوتے ہیں اسی لیے برزخی زندگی کو قبر کی زندگی کہہ دی گئی ہے، لہذا ہر میت کو برزخی زندگی سے دوچار ہونا ہی پڑے گا چاہے وہ مدفون ہو یا جلا دیا جائے یا اسے چرند وپرند اور بھیڑیے کھا لے، یا صولی پر چڑھا دیا جائے۔[اس مسئلہ کی مزید توضیح کے لیے دیکھیں کتاب الروح ص:١٢٨-١٢٩]۔

انبیاء وشہداء کی زندگی برزخی زندگی ہے: اوپر یہ بات دلائل کی روشنی میں ثابت ہو چکی ہے کہ ہر ذی روح کا انجام کار موت ہے، چاہے وہ نبی، رسول اور ولی ہی کیوں نہ ہو۔

قرآن وحدیث کے اندر کچھ صحیح دلائل ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء ورسل اور شہداء باحیات ہیں، اللہ تعالی شہداء کے بارے میں فرماتا ہے:" وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِن لَّا تَشْعُرُونَ "[البقرة:١٥٤] ترجمہ: اور اللہ تعالی کی راہ کے شہیدوں کو مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں، لیکن تم نہیں سمجھتے۔

اللہ تعالی مزید فرماتا ہے:﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ { [آل عمران: ١٧٠]۔

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کیے گیے ہیں ان کو ہرگز مردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس روزیاں دئے جاتے ہیں۔

اسی طرح انبیاء ورسل کی حیات برزخی کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: »الأنبياء أحياء فى قبورهم يصلون « [صحيح الجامع ٢٧٩٠ وسلسلة الاحاديث الصحيحة حديث: ٦٢٢]۔

ترجمہ: انبیاء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔

مذکورہ نصوص سے انبیاء وشہداء کی حیات کا ذکر ملتا ہے، لیکن ان نصوص اور ان جیسے دوسرے نصوص کے اندر جس حیات کا ذکر ہے وہ دنیاوی حیات نہیں بلکہ برزخی حیات ہے۔

ابن کثیر رحمہ اللہ قرآن کریم کی آیت((وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِن لَّا تَشْعُرُونَ)) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: يُخبِرُ تَعَالَى أَنَّ الشُّهَدَاءَ فِي بَرزَخِهِم أَحيَاءٌ يُرزَقُونَ [تفسیر ابن کثیر ١/٤٤٦]۔یعنی شہداء برزخی زندگی میں زندہ ہیں اور برزخی زندگی میں رزق دئے جاتے ہیں۔

انبیاء وشہداء اور دیگر مؤمنین کی موت کے بعد والی زندگی کے بارے میں قول فیصل یہی ہیکہ انبیاء وشہداء برزخ میں زندہ ہیں، اور برزخی زندگی ہی کو قبر کی زندگی کہا جاتا ہے، لہذا معلوم ہوا کہ انبیاء وشہداء کی زندگی قطعا دنیاوی زندگی نہیں ہے۔

یہاں یہ بات واضح کردینا ضروری ہے کہ برزخی زندگی ثابت کرنے کے لئے موت کو ثابت کرنا ضروری ہے، بغیر موت ثابت کیے برزخی زندگی ثابت نہیں کی جا سکتی۔

انبیاء اور اولیاء کے بارے میں اعتقاد رکھنا کہ وہ انتقال نہیں کرتے ہیں، یا ان کی قبر کی زندگی، دنیاوی زندگی ہی کی طرح ہے باطل وبے بنیاد ہے، صحیح دلائل اور حقائق کے خلاف ہے، ساتھ ہی ساتھ اس باطل عقیدے کی وجہ سے ان تمام نصوص صریحہ کا انکار لازم آئیگا جو انبیاء واولیاء بلکہ ہر ذی روح کی وفات وانتقال پر دلالت کرتی ہیں۔

اللہ تعالی سے دعا ہیکہ وہ ہم تمام مسلمانوں کو فہم وتدبر قرآن وحدیث کی توفیق عطا فرمائے، اور حق کی رہنمائی فرماتے ہوئے ہر باطل وبے بنیاد عقائد سے بچالے۔

اللهم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه. وما توفيقنا الا بالله وعليه توكلنا وإليه ننيب. وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

☆☆☆

رسول اکرم ﷺ کا اخلاق

نیاز احمد عبدالحمید طیب پوری

آدمی اپنے دین اور اخلاق کی خوشبو سے جانا جاتا ہے۔ اسلام اخلاق کا مذہب ہے، اخلاق ہی سے یہ پھیلا اور پھیلتا رہے گا۔ اس پر تشدد کا الزام لگانے والے اپنا دامن دیکھیں کہ کتنے معصوموں کے خون سے داغدار ہے۔

رسول اعظم ﷺ کی زندگی سب کے لئے اسوہ اور نمونہ ہے، طہارت، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نکاح، طلاق، تجارت اور زندگی کے دوسرے میدانوں میں آپ کے رہنما اصول پر ہمیں چلنا ہے، وہ ہمارے لئے شاہ راہ ہیں۔

ہم کوئی بھی کام کریں گے تو پہلے یہ دیکھیں گے کہ اس کی بابت رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کیا ہیں؟ ان تعلیمات کی روشنی ہی میں ہم وہ کام کریں گے۔

ذیل میں ہم رسول اکرم ﷺ کے اخلاق کا تذکرہ کر رہے ہیں، یہ احادیث صحیح بخاری، صحیح مسلم اور ابوالشیخ کی کتاب سے مستفاد ہیں اور حدیث کی دوسری کتابوں میں بھی یہ پائی جاتی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کا اخلاق کیسے تھا؟ انہوں نے کہا: آپ کا اخلاق قرآن تھا۔

ان کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ قرآن کی جو تعلیمات ہیں اسی کے مطابق آپ عمل کرتے تھے اور اس سے انحراف نہیں کرتے تھے۔

عمرہ بنت عبدالرحمٰن کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ جب گھر میں اکیلے ہوتے تھے تو اس وقت کا اخلاق کیسے ہوتا تھا؟ انہوں نے کہا: آپ لوگوں میں سب سے نیک، سب سے معزز ہوتے تھے ہنستے تھے مسکراتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال تک خدمت کی ہے اللہ کی قسم آپ نے کبھی مجھے اف تک نہ کہا، اگر میں نے کوئی کام کیا تو یہ نہیں کہا کہ تم نے اسے ایسے کیوں کیا؟ اور اگر کوئی کام نہیں کیا تو یہ نہیں کہا کہ اسے ایسے کیوں نہیں کیا؟

حضرت ابن ابی ادنی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کثرت سے ذکر کرتے تھے، لعن طعن نہیں کرتے تھے، نماز (نفلی) لمبی پڑھتے تھے، خطبہ مختصر دیتے تھے، مسکین اور بیوہ کے ساتھ چلنے اور ان کی ضرورت پوری کرنے میں عار محسوس نہیں کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے کبھی کسی کو مارا نہیں، کسی خادم کو مارا نہیں، کسی چیز کو نہیں مارا سوائے جہاد کے، اگر آپ کے خلاف کوئی بات کہی جاتی تھی تو آپ انتقام نہیں لیتے تھے، ہاں اگر اللہ کی حرمتوں کو پامال کیا جاتا تو اس کا انتقام لیتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ تو گالی دیتے تھے اور نہ بدکلامی کرتے تھے اگر کسی کو ڈانٹنا ہوتا تو کہتے ان کو کیا ہوا ہے ان کے ہاتھ میں مٹی لگے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بدکلام اور فحش گو نہیں تھے، آپ کہتے تھے کہ تم میں سب سے افضل وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی آئے اور نبی ﷺ کی چادر پکڑی اور اس کو سختی سے کھینچا، میں نے رسول اللہ ﷺ کی گردن کو دیکھا اس میں چادر کے حاشیہ کا سختی سے کھینچنے کی وجہ سے نشان پڑ گیا تھا، پھر اس نے کہا اے محمد! آپ کے پاس اللہ کا جو مال ہے اس میں مجھے دینے کے لئے حکم کریں، رسول اللہ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ ہنس رہے تھے اور اسے عطیہ دینے کا حکم دیا۔

رسول اکرم ﷺ معاف کر دیتے تھے اور ہمیشہ درگزر سے کام لیتے تھے۔ آپ کے پاس سونا اور چاندی لایا گیا آپ نے اس کو صحابہ میں تقسیم کر دیا ایک دیہاتی نے کہا کہ اگر اللہ نے آپ کو انصاف کرنے کا حکم دیا ہے تو آپ نے ایسا کیا نہیں۔ اس سخت بات کو آپ نے برداشت کر لیا۔

عبداللہ بن ابی بن سلول نے غزوہ تبوک کے موقع پر کہا تھا کہ جب مدینہ واپس جائیں گے تو معزز لوگ ذلیلوں کو نکال دیں گے۔

اس نے اپنے کو معزز کہا تھا اور مسلمانوں کو ذلیل، ان کی بات کو بھی برداشت کر لیا۔ اور کسی بھی طرح کی انتقامی کارروائی نہیں کی۔

خیبر کی لڑائی کے موقع پر ایک یہودیہ نے آپ کو بھنی ہوئی بکری تحفہ میں دی آپ نے اسے قبول کر لیا اور سب اکٹھا ہو کر کھانے لگے۔ ایک لقمہ کھانے کے بعد کسی نے بتایا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے آپ نے ہاتھ کھینچ لیا۔

رسول اکرم نے نفس کا انتقام نہیں لیا، لیکن ایک صحابی کا اسی زہر سے انتقال ہو گیا تھا تو اس کے قصاص میں وہ ماری گئی۔

لبید بن اعصم نام کا ایک یہودی تھا اس کا تعلق بنی زریق سے تھا اس نے نبی ﷺ پر جادو کر دیا تھا لیکن آپ نے اس کو معاف کر دیا تھا۔

رسول اکرم ﷺ بڑے سخی تھے بہت اچھے سے لوگوں سے پیش آتے تھے۔ جو آدمی آپ سے ملتا اور آپ کو جان لیتا تو وہ آپ سے محبت کرتا۔

آپ کی سخاوت لوگوں کی ضروریات کے مطابق ہوتی تھی جس کو علم کی ضرورت ہوتی تھی اس کو علم دیتے تھے، جس کو مال کی ضرورت ہوتی تھی اس کو مال دیتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ، نبی کریم ﷺ کے بارے میں کہتے ہیں، آپ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے، سب سے زیادہ جرأت مند تھے، سب سے زیادہ سچے تھے، عہد و پیمان کو سب سے زیادہ پورا کرنے والے تھے، آپ کا اخلاق بہت اچھا تھا اور نرم خو تھے، آپ کی طرح ہم نے کسی کو نہیں دیکھا۔

آپ کی تواضع اور خاکساری کا یہ حال تھا کہ جو سواری میسر ہوتی تھی اسی پر سوار ہو جاتے تھے، آپ نے گدھے اور خچر پر بھی سواری کی ہے۔

آپ جب نکلتے تھے یا حج کے موقع پر منی میں کنکری مارنے گئے تھے تو نہ تو اونٹنی

کو مارا تھا اور نہ کسی کو بھگایا تھا اور نہ ہی ہٹو بچو کی کیفیت تھی جب راستہ ملتا تھا تو تیز چلتے تھے ورنہ دھیرے دھیرے چلتے تھے۔

رسول اکرم ﷺ بیماروں کی عیادت کرتے تھے، جنازوں کے ساتھ جاتے تھے، غلام کی دعوت کرتے تھے، اور گدھے کی سواری کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا تھا کہ نبی کریم ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے تو انھوں نے کہا کہ جیسے تم لوگ کرتے ہو، جوتا سلتے اور کپڑے میں پیوند لگاتے تھے۔ اسی طرح گھر میں اپنی بیویوں کے کام میں ہاتھ بٹاتے تھے۔

آپ کا یہ حال تھا کہ جب بچوں یا عورتوں کے پاس سے گزرتے تھے تو ان کو سلام کرتے تھے۔ حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک صحابی آئے اور کانپنے لگے، رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا تم ڈرو نہیں، میں بادشاہ نہیں ہوں۔

رسول اکرم ﷺ امت کے ساتھ بڑے نرم اور شفیق تھے، نماز میں بچے کے رونے کی آواز سنتے تو نماز ہلکی کر دیتے۔

مالک بن حویرث آپ کے پاس آئے اور بیس دن تک رہے رسول اللہ ﷺ نے محسوس کیا یہ اپنے گھر واپس جانا چاہتے ہیں، آپ نے پوچھا کہ اپنے پیچھے کن کو چھوڑ کر آئے ہیں؟ ان لوگوں نے بتایا، آپ نے ان سے کہا کہ تم واپس جاؤ، نماز کا وقت ہو جائے تو ایک اذان دے اور جس کو زیادہ قرآن یاد ہے وہ امامت کرے، مالک بن حویرث کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بڑے رحم دل اور شفیق تھے۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے احباب میں سے کسی کو تین دن تک نہیں دیکھتے تو ان کے بارے میں پوچھتے، اگر وہ غائب ہوتے (اور کسی کام سے باہر گئے ہوتے) تو ان کے لئے دعا کرتے، اگر موجود ہوتے تو ان کی زیارت کرتے، اگر وہ بیمار ہوتے تو ان کی عیادت کرتے۔

نبی اکرم ﷺ بڑے حلیم اور بردبار تھے اور غصے والی بہت سی باتیں برداشت کر لیتے تھے۔ ایک بار ایک دیہاتی آئے اور مسجد نبوی میں وضوخانہ کے پاس پیشاب کرنے لگے، صحابہ دوڑے اور ڈانٹنے لگے، رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو روکا اور کہا کہ ان کو اپنی حالت پر چھوڑ دو اور اس کا پیشاب منقطع نہ کرو، جب وہ پیشاب کر چکے تو ان کو اپنے قریب بلایا اور کہا کہ یہ اللہ کا گھر ہے، یہ نماز کے لئے ہے، اس میں گندگی مناسب نہیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ بردبار، سب سے زیادہ صبر کرنے والے اور سب سے زیادہ غصہ کو پینے والے تھے۔

جب غم کے حالات آتے تھے اور کسی کا انتقال ہوتا تھا تو آپ آنسو بہاتے تھے اور صحابہ کرام کو بتاتے تھے کہ یہ رحم دلی ہے، آپ نے یہ بھی بتایا کہ اللہ رحم کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ آپ کے بیٹے ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپ روئے۔

موتہ کی جنگ میں حضرت زید بن حارثہ بھی شہید ہوئے، جب یہ خبر آئی تو آپ ان کے گھر گئے ان کے بیٹی نے دیکھا تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، اس کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ بھی رونے لگے۔

رسول اللہ ﷺ بہت صاف ستھرے رہتے تھے، اور خوشبو کا استعمال کرتے تھے، حضرت انس کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب آتے تھے تو ہم آپ کی خوشبو سے جان لیتے تھے۔

آپ کو خوشبو اس حد تک پسند تھی کہ کبھی اس کا تحفہ رد نہیں کرتے تھے۔ آپ کا کہنا تھا کہ مجھے دنیا کی دو چیزیں بہت محبوب ہیں خوشبو اور عورت۔

رسول اللہ ﷺ پر اول اول تہجد کی نماز فرض تھی بعد میں فرضیت ساقط ہوگئی اور استحبابیت باقی رہ گئی، آپ ہمیشہ قیام کرتے تھے اور تہجد کی نماز کافی لمبی پڑھتے تھے، حضرت ابوذر کا کہنا ہے کہ نماز لمبی ہونے کی وجہ سے میں اپنا سر دیوار پر مارنے لگا۔

آپ رات کے اول حصہ میں سوتے تھے اور آخری حصہ میں تہجد پڑھتے تھے، کبھی پوری رات قیام کرتے، اس میں سورۃ البقرہ، سورہ آل عمران اور سورہ النساء بڑھتے تھے، بشارت والی آیتوں پر دعا مانگتے، اور عذاب والی آیتوں پر اللہ کی پناہ طلب کرتے۔

آپ اتنا لمبا قیام کرتے کہ پیر پھول جاتے، ایک روایت میں ہے کہ پھٹ جاتے، اس پر صحابہ نے عرض کیا کہ آپ کیوں اتنی مشقت اٹھاتے ہیں آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں، تو آپ نے جواب دیا کہ کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

نماز پڑھتے تھے اور جب سجدے میں جاتے تھے تو سینے سے رونے کی آواز ایسے آتی تھی جیسے کھولتی ہوئی ہانڈی۔

کھانے میں آپ کا اسوہ یہ تھا کہ جو مل گیا کھالیا۔ کھانے میں کبھی عیب نہیں لگاتے تھے، جب کھاتے تھے تو آپ کے سامنے جو ہوتا تھا وہی تناول فرماتے تھے، فراغت کے بعد انگلیاں چاٹ لیتے تھے، تواضع کے ساتھ زمین پر بیٹھتے تھے، ٹیک لگا کر نہیں کھاتے تھے، آپ نے کھڑے ہوکر پانی پیا ہے اور بیٹھ کر بھی، آپ کی تعلیم ہے کہ اگر کوئی کھڑے ہوکر پانی پیئے تو قئے کر دے۔

اس سے یہ ادب بتایا گیا ہے کہ آدمی بیٹھ کر اطمینان کے ساتھ پانی پیئے، لیکن آپ نے کھڑے ہوکر پانی پیا ہے اور وہ قیام زمزم کے ساتھ خاص نہیں ہے وہ بیان جواز کے لئے ہے۔

رسول اعظم ﷺ ہدیہ قبول کرتے تھے اور اس کا بدلہ بھی دیتے تھے، آپ یہ فرماتے تھے کہ اگر کوئی ہم کو بکری کا کھر بھی ہدیہ میں دے تو میں قبول کرلوں گا، البتہ آپ صدقہ نہیں لیتے تھے، صرف ہدیہ ہی قبول فرماتے تھے۔

ہمیں چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ کے ان طور طریقوں کو اپنا کر اپنے ایمان میں اضافہ کریں اور اپنی زندگی سنواریں۔

ہم رسول اللہ ﷺ سے محبت کریں اور محبت کے جو تقاضے ہیں ان کو پورا کریں۔

آپ کی محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ کی اطاعت اور فرماں برداری کی جائے، زبان، دل اور اعضاء و جوارح سے آپ کی تعظیم کی جائے، دل سے یہ اقرار کرے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں زبان سے آپ کی تعریف اور اعضاء و جوارح آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں۔ تقریر و تحریر میں آپ کا نام ادب سے لینا۔

آپ کی زندگی میں آپ کا دفاع کریں، اور آپ کی وفات کے بعد آپ کی تعلیمات، احادیث اور ازواج مطہرات کی طرف سے دفاع کریں، اسی طرح اللہ اور اس کے رسول کے حقوق کو سمجھیں اور دونوں کو باہم خلط ملط نہ کریں۔

☆☆☆

بموقع ۳۴ویں آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس

مختار احمد محمدی مدنی
مکتب دعوہ وتوعیۃ الجالیات جبیل سعودی عرب

ملک اور معاشرے میں امن وامان کیسے قائم ہوسکتا ہے؟

یقیناً امن وامان، اللہ کی ایک بڑی نعمت ہے اور زندگی کا ایک اہم عنصر ہے، امن وامان ہر شخص کی ضرورت ہے، اس کے بغیر انسان کی زندگی میں چین وسکون، اطمینان وراحت نہیں آسکتی۔ ہر شخص بلکہ ہر معاشرے اور ہر ملک کی سب سے بڑی خواہش یہی ہوتی ہے کہ جہاں وہ رہتا ہے وہاں امن وامان کیسے قائم ہو؟ لوگ آپس میں محبت وبھائی چارہ کے ساتھ کیسے رہیں؟ ملک میں بدامنی نہ ہو، فساد اور قتل وغارت گری نہ ہو، لوٹ کھسوٹ نہ ہو، سب ایک دوسرے کا احترام کریں، ہر ایک کے حقوق کا خیال رکھیں۔ بڑا چھوٹے پر شفقت کرے، اور چھوٹا بڑے کا ادب واحترام کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ امن وامان کے بغیر نہ کسی فرد کی ترقی ہوسکتی ہے نہ کسی ملک کی، کیونکہ افراد سے معاشرہ وجود میں آتا ہے اور معاشرے سے ملک وجود میں آتا ہے۔ اسلام وہ واحد مذہب ہے جس میں امن وامان پر کافی زور دیا گیا ہے۔

لفظ امن کتاب وسنت میں بکثرت وارد ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا (آل عمران:۹۷) جس میں کھلی کھلی نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم ہے۔ اس میں جو آجائے امن والا ہوگا۔

اسی طرح اللہ کا ارشاد ہے: ادْخُلُوا مِصْرَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ (یوسف:۹۹) اللہ کو منظور ہے تو آپ سب امن وامان کے ساتھ مصر میں آجاؤ۔

ایک جگہ اور فرمایا: وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ اور اللہ تعالیٰ اس بستی کی مثال بیان کررہا ہے، جو پورے امن واطمینان سے تھی، اس کی روزی اس کے پاس بافراغت ہر جگہ سے چلی آرہی تھی۔ (النحل:۱۱۲)

مزید اللہ کا ارشاد ہے: وَإِذْ جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِلنَّاسِ وَأَمْنًا (البقرہ:۱۲۵) اور ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے لئے ثواب اور امن وامان کی جگہ بنایا۔

ان آیات میں امن سے مراد خوف سے بچاؤ، مشقت وتکلیف اور قحط وبھوک مری سے نجات اور زندگی میں سکون واطمینان اور فارغ البال مراد ہے، ویسے انسان کو مطلق طور پر امن جنت ہی میں مل سکتا ہے۔

احادیث مبارکہ میں بھی امن وامان پر کافی زور دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: من أصبح منكم آمنا في سربه معافى في جسده عنده قوت يومه فكأنما حيزت له الدنيا (بخاری فی الادب المفرد، والترمذی: ۲۳۴۶، ابن ماجہ:۱۴۴۱) انسان کی جان محفوظ ہو، اس کا بدن بیماریوں سے پاک ہو، اور روزی مامون ہو یہ سب امن میں داخل ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ہر اس عمل کے کرنے کا حکم دیا ہے جس سے لوگوں کے دلوں میں سکون واطمینان پیدا ہو، اور ہر اس عمل اور معاملہ سے روکا ہے جو انسان کی زندگی میں خوف ودہشت اور رعب پیدا کرے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے: لا يحل لمسلم ان يروع مسلما (ابوداؤد ۵۰۰۴، مسند احمد ۲۳۰۶۴)

اسی طرح ہتھیار کی نمائش کرنے سے منع کیا خواہ وہ مزاح کے طور پر ہی کیوں نہ ہو۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے: لا يشير أحدكم على أخيه بالسلاح فانه لا يدري، لعل الشيطان ينزع في يده، فيقع في حفرة من النار (بخاري ۷۰۷۲، مسلم :۲۶۱۷)

اسی طرح کسی کا مال اٹھانے سے بھی منع کیا ہے۔

لا يأخذن أحدكم متاع أخيه لاعبا ولا جادا (ابوداؤد ۵۰۰۳، مسند احمد ۱۷۹۴۰)

آپ ﷺ امن وامان کے لئے ہمیشہ دعا کرتے تھے۔

اللهم استر عوراتي وآمن روعاتي (ابوداؤد : ۵۰۷۴، ابن ماجه ۳۸۷۱، مسنداحمد :۴۷۸۵)

خوف اور رعب ودہشت یہ امن کی ضد ہے: اسلام میں امن وامان کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگا سکتے ہیں کہ دوران جنگ بھی ایسے شخص کو جو محارب نہیں ہے اس کو دھمکانا یا اس کے دل میں رعب پیدا کرنا منع کیا گیا ہے۔ لہٰذا عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو دھمکانا یا انہیں قتل کرنا ان باتوں سے منع کیا گیا ہے۔

جب آپ ﷺ نے ایک مقتول عورت کو دیکھا تو غصہ ہوگئے اور فرمایا: یہ جنگ تو نہیں کرتی۔ (ابوداود)

جب ہم آپ ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صحابہ کی زندگی میں امن وامان کے لئے مختلف چیزیں استعمال کیں۔ جب مکہ والوں کا ظلم بڑھ گیا تو آپ نے حبشہ ہجرت کرنے کا حکم دیا اور جب مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے پہنچے تو آپ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارگی قائم کی۔ تاکہ مدینہ میں

امن وامان رہے۔ یہ تاریخ انسانیت کا ایسا نادر واقعہ ہے جس کی نظیر پوری تاریخ میں کسی بھی مذہب میں نہیں ملتی۔ اسی طرح آپ ﷺ نے مدینہ کے یہودیوں سے معاہدہ کیا تاکہ ملک میں امن وامان قائم رہے، لوگ چین وسکون کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔

اور جب آپ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو کسی نے کہا "الیوم یوم الملحمۃ" یعنی آج تو جنگ اور زور آزمائی کا دن ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں آج وہ دن ہے جس میں کعبہ کی عظمت کی جائے گی۔

اور آپ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اور کسی کا خون نہ کیا اور آپ نے مکہ والوں کو امن وامان کا پروانہ دے دیا، اور تمام ظالموں کو آپ نے معاف کر دیا۔

ہر انسان کی فطرت امن وامان چاہتی ہے، سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ امن وامان کیسے قائم ہوگا؟

امن وامان قائم کرنے کے بہت سارے ذرائع ہیں جنہیں اپنا کر امن قائم کیا جاسکتا ہے۔

نمبر ۱: اللہ کی ذات پر ایمان اور عقیدۂ توحید اور عقیدۂ رسالت وآخرت پر پختگی۔

جن کے عقائد درست ہوں گے جنہیں ایمان کی پختگی نصیب ہوگی اور رب تعالیٰ کی اہمیت جن کے دلوں میں پیدا ہوگی، جنہیں اپنے رب سے محبت ہوگی اور اپنے رب کا خوف بھی ہوگا بھلا وہ لوگ فساد کیسے کر سکتے ہیں؟ جس کا یقین ہوگا کہ موت کے بعد اسے دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور اس کے اچھے اور برے اعمال کا حساب لیا جائے گا، اور پھر جنت یا جہنم کے طور پر ہمیشہ والی زندگی ہوگی کیا ایسا شخص اللہ کی نافرمانی کر سکتا ہے؟ اور جب اللہ کے رسول پر ایمان ہوگا، سچی محبت ہوگی تو اس کے دل میں نبی کریم ﷺ کی اطاعت کا جذبہ پیدا ہوگا اور آپ ﷺ کے فرمودات پر عمل پیرا ہوگا۔ اور ان تمام چیزوں سے دوری اختیار کرے گا جن سے امن وامان میں خلل پیدا ہو۔

شرک امن وامان میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (الانعام: ۸۲) جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ خلوط نہیں کرتے ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں۔

آپ ﷺ کا فرمان ہے: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ ہوں۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ (مسلم: ۴۱)

اور آپ ﷺ نے فرمایا: مومن وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ رہیں۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ ایمان کے بغیر امن قائم نہیں ہوسکتا۔

نمبر ۲: ملک میں امن وامان غارت کرنے پر اسلام نے بدترین سزائیں دی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اسلامی حدود وتعزیرات میں اگر کوئی سفارش کرے تو اسے بھی منع کیا گیا ہے۔ جب فاطمہ نامی عورت نے چوری کی اور آپ ﷺ سے اس پر حد نافذ نہ کرنے کی سفارش کی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کے ہاتھ کاٹ دیتا، یہ آپ نے صرف اس لئے فرمایا کہ حدود وتعزیرات کے نفاذ میں رکاوٹ ڈالنے یا سستی پیدا کرنے والے یا اس کی اہمیت کم کرنے والے ہر ذریعہ کو ختم کر دیا جائے۔

اللہ کا فرمان ہے: وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرہ: ۱۷۹) عقل مندو! تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے (اس بہانے تم ناحق قتل سے رکو گے)

چند سالوں قبل جب دہلی میں ایک لڑکی کی اجتماعی عصمت دری کی گئی تو کئی دانشوروں نے یہ مطالبہ کیا کہ اسلام میں زنا کی جو سزا ہے اسے لاگو کیا جائے تو اس طرح کی انسانیت سوز حرکت نہیں ہوگی۔

اگر اسلام کے حدود وتعزیرات کا نفاذ دیانتداری سے کیا جائے تو دنیا سے جرائم کا خاتمہ ہو جائے گا اور ملک میں امن وامان قائم ہو جائے گا، ماضی میں اس کی کافی مثالیں موجود ہیں۔ موجودہ دور میں اس کی واضح مثال مملکت سعودی عرب ہے۔ جہاں الحمد للہ، اسلامی حدود وقصاص اور تعزیرات کا خالص اسلامی نظام ہے۔ جس کی وجہ سے ہر طرح کا امن وامان موجود ہے جہاں توحید کی برکت ہے وہیں اسلامی حدود کے نفاذ کا بھی کافی عمل دخل ہے۔ اللہ اس حکومت کی حفاظت فرمائے، وہ اس دور میں مسلمانوں کی نمائندہ حکومت ہے۔

نمبر ۳: سب کے ساتھ عدل وانصاف کا سلوک کیا جائے۔ حاکم کی نظر میں اس کی تمام رعایا ایک جیسے ہوتے ہیں۔ جیسے ماں باپ کی نظر میں تمام اولاد ایک جیسی ہوتی ہیں۔ اگر حاکم اس طرح کا سلوک کرے تو ملک ومعاشرہ میں امن وامان قائم ہوسکتا ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے سائے میں جن سات خوش نصیب بندوں کو جگہ دے گا انہیں میں سے سب سے پہلا بندہ امام عادل یعنی عادل منصب حکمراں وامام ہوگا۔ عدل سے خوشحالی آتی ہے۔ ملک میں ترقی ہوتی ہے، اور امن وامان قائم ہوتا ہے۔ اگر حکومت کافر کی بھی ہو لیکن وہ اپنی رعایا میں عدل وانصاف کے ساتھ برتاؤ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسی حکومت کو باقی رکھتا ہے، وہیں اگر مسلم حکومت ہے لیکن ظالم ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد نہیں کرتا۔ اس لئے ملک ومعاشرہ میں امن وامان کے قیام کے لئے عدل وانصاف ضروری ہے۔ معاشرہ میں بھی اگر اس اصول پر کام کیا جائے اور خاندانوں میں اسی اصول کو مدنظر رکھا جائے تو سب ایک دوسرے کے حقوق کو پہچانیں گے، ایک دوسرے کا خیال رکھیں گے جس کے نتیجے میں امن وامان قائم ہوگا۔

نمبر۴: اسلام نے جو زکوٰۃ کا نظام دیا ہے اور اس زکوٰۃ میں جو محتاج ونادار لوگ ہیں ان کا جو حق رکھا ہے اگر ایمانداری سے زکوٰۃ نکالی جائے اور اس کے مستحقین میں تقسیم کی جائے تو اس طرح جہاں معاشرہ میں توازن قائم ہوگا وہیں امن وامان بھی پیدا ہوگا۔ حاجت منداور ضرورت مند کو جب اس کا حق ملے گا تو وہ ناجائز راستوں کو استعمال نہیں کرے گا۔ اس طرح چوری، ڈکیتی، رہزنی اور غصب کے جو واقعات ہیں وہ کم ہوجائیں گے اور معاشرہ امن وامان اور چین وسکون کا سانس لے گا۔

زکوٰۃ کے اس نظام پر عمل پیرا ہونے سے جہاں معاشرہ میں خوشحالی آئے گی وہیں امن وامان بھی قائم ہوگا۔ اور امیر وغریب سب ایک ساتھ ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے زندگی گزاریں گے۔

نمبر۵: ہندوستان جیسے کثیر المذاہب ملک میں امن وامان کے لئے یہ بے حد ضروری ہے کہ سب ایک دوسرے کے مذاہب کا احترام کریں، چونکہ ملک کے دستور نے یہاں اپنے اپنے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت دی ہے لہٰذا کسی بھی مذہب کو گالی نہ دی جائے اور شریعت میں باقاعدہ طور سے اس بات سے منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس سے بدامنی ہوتی ہے، آپس میں اختلاف وانتشار ہوتا ہے، اس لئے لکم دینکم ولی دین کے فارمولہ پر عمل کرنا چاہیے اس سے بھی امن وامان قائم ہوگا۔

نمبر۶: شراب ام الخبائث ہے۔ تمام خباثتوں اور برائیوں کی جڑ ہے۔ اس لئے اس پر مکمل طور پر پابندی ہونی چاہیے کیونکہ شراب پی کر ایک شخص دوسرے کی عزت وجان پر حملہ کرتا ہے جس سے معاشرے کا توازن بگڑتا ہے۔ شرابی شراب پی کر دوسرے کو گالیاں دیتا ہے جس سے دلوں میں نفرت پیدا ہوتی ہے اس لئے امن وامان کے لئے شراب پر پابندی ضروری ہے۔ کتنے ایسے حادثات وواقعات ہیں جنہیں شراب پینے کی حالت میں انجام دیا گیا ہے۔ کیونکہ شراب سے انسان کی عقل ختم ہوجاتی ہے، اس کا شعور ختم ہوجاتا ہے وہ اپنے منہ سے جو چاہتا ہے وہ ادا کرتا ہے اس لئے امن وامان کے لئے ضروری ہے کہ اس پر پابندی لگے۔ جہاں شراب پر پابندی ہے وہاں جرائم کم ہوتے ہیں، جن علاقوں میں شراب نہیں پی جاتی ہے ان علاقوں میں بھی جرائم ومنکرات کم ہوتے ہیں۔ ابھی بہار میں شراب پر پابندی لگائی گئی جس کی وجہ سے وہاں جرائم میں کمی واقع ہوئی ہے۔

نمبر۷: جوا، لاٹری یہ بھی بدامنی پھیلانے میں بھیانک رول ادا کرتے ہیں، ان پر بھی اگر پابندی ہو تو معاشرہ میں سکون ہوگا، امن وامان قائم ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ملک ومعاشرہ میں امن وامان قائم فرمائے۔ آمین، وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

☆☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر وناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کرسکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے درخواست بنام ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر یا ناظم کا، ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ’’جریدہ ترجمان‘‘ (اُردو)، ماہنامہ ’’اصلاح سماج‘‘ (ہندی)، نیز ماہنامہ ’’دی سمپل ٹروتھ‘‘ (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اصلاح معاشرہ میں مسلم نوجوانوں کا کردار

ابوعدنان سعید الرحمٰن نور العین سنابلی
المرکز الاسلامی الثقافی الہندی للترجمۃ والتالیف، نئی دہلی
Mob. 8285162681

آج جب ہم اپنے گردو پیش کے احوال کو دیکھتے ہیں اور مسلم معاشرہ پر اچٹتی نظر ڈالتے ہیں تو یہ بات عالم آشکارہ ہوجاتی ہے کہ بروقت معاشرہ میں طرح طرح کی برائیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ ہمارا معاشرہ بے حیائیوں اور فحاشیوں کے نرغے میں ہے۔نفس پرستی، عیاری اور مکاری ہرسو عام ہے۔ خوغرضی اور مطلب پرستی جیسی چیزیں ہمیں اپنے چنگل میں لے چکی ہیں۔ دھوکہ دہی، چوری، ڈکیتی اور رہزنی اپنا پاؤں پسار چکی ہیں۔ زنا کاری اور بدکاری جیسی چیزوں کا تناسب خطرناک حد تک بڑھ چکا ہے اور افسوس صد افسوس ترقی اور ایجادات کے نام پر تنزلی اور انحطاط کو ہم مسلمانوں نے اپنے معاشرہ میں جگہ دے دیا ہے۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ کیا ہم نے کبھی اس پر ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کیا؟ نہیں۔ وجہ صاف ہے کہ ہم ایک طرف خود کو مسلمان ہونے کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن ہمارے اوپر ''یاتی علی الناس زمان لم یبق فی القرآن الا رسمہ، ولم یبق من الاسلام الا اسمہ'' حدیث حرف بہ حرف صادق آچکی ہے۔ہم قرآن پڑھتے ہیں لیکن اس سے عبرت نہیں حاصل کرتے۔ ہمارا نام عبداللہ، عبدالرحمٰن ہے لیکن کام مسلمانوں والا نہیں رہا۔ ہم اپنی نسبت دین سے تو جوڑتے ہیں لیکن اس دین کی تعلیمات وہدایات کو اپنی زندگی میں ڈھالنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں بلکہ مجھے معاف کیجئے اور کہنے کی اجازت دیجئے کہ دولت کی فراوانی، اس کا غلط استعمال، حب الدنیا و کراھیۃ الموت، دین وعقیدہ سے ناواقفیت، غیر اقوام کی اندھی تقلید اور آخرت فراموشی وہ چند اہم اسباب ہیں جو آج معاشرہ کو دیمک کی طرح کھوکھلا کررہے ہیں جس کے نتیجے میں آج معاشرہ کا پورا ڈھانچہ ہی بے راہ روی کا شکار ہے۔

اس پرآشوب اور پرفتن دور میں معاشرہ کے ہر فرد پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ معاشرہ کی اصلاح میں اپنا سرگرم اور فعال کردار ادا کرے اور مسلم نوجوانوں پر یہ ذمہ داری کچھ مزید بڑھ جاتی ہے کیونکہ نوجوانوں کے اندر جب دینی حمیت بیدار ہوتی ہے تو ملک کی قسمت بدل جاتی ہے، اندھیروں کے کوکھ سے تجلی جلوہ گر ہوتی ہے۔ جوانی عمر کا سب سے ولولہ انگیز دور ہوتا ہے، اس مرحلے میں رگوں میں خون نہیں بلکہ بجلیاں دوڑتی ہیں۔ اس عمر میں انسان ذہن و دماغ اور عقل وخرد نیز جسمانی ساخت اور بناوٹ کے اعتبار سے عروج کو پہنچا ہوتا ہے، اس وجہ سے عمر کے اس مرحلے میں سمندروں کا سینہ چاک کرنا، صحراؤں کی آبلہ پائی کرنا، موت سے آنکھیں چار کرنا معمولی اور بے حد آسان معلوم پڑتا ہے۔ نوجوانوں کے ہی کاندھوں پر امت کو صحیح سمت پر لے جانے کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ جی ہاں، مسلم نوجوانوں کا رول ایسے دور میں بڑھ جاتا ہے اور یہ ہر نوجوان پر ضروری ہوتا ہے کہ معاشرہ کی اصلاح میں اپنا فعال کردار نبھائے کیونکہ نوجوانوں کی شمولیت کے بغیر کسی بھی میدان میں چاہے وہ مادی ہو، روحانی ہو، تعمیری ہو یا پھر تخریبی کوئی بھی انقلاب ان کے بغیر نہیں بپا کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کوئی بڑا اور تاریخی کارنامہ انجام دیا جاسکتا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی ذمہ داریاں ہیں جو مسلم نوجوانان پر عائد ہوتی ہیں جن کو ادا کرنے کے بعد وہ اپنی ذمہ داریوں سے سبک دوش ہوسکتے ہیں اور اصلاح معاشرہ میں سرگرم کردار ادا کرسکتے ہیں۔

اس سلسلے میں عرض یہ ہے کہ مسلم نوجوانوں پر اصلاح معاشرہ اور سماج سدھار کے تعلق سے سب سے پہلی ذمہ داری یہ عائد ہوتی ہے کہ وہ خود کو اسلامی تعلیمات کا پابند بنائیں اور پھر دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "بلغوا عني ولو آية" نیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے انسان کو دعائے خیر دی ہے جو دینی تعلیم حاصل کرتا ہے، احادیث کو سنتا ہے اور پھر دوسروں تک اسے پہنچاتا بھی ہے: "نضر الله امرء ا، سمع مقالتي فحفظها و وعاها، ثم أداها كما سمعها".

مسلم نوجوانوں نے جب اسلامی تعلیمات سے خود کو آراستہ کیا تو پھر ان پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ جو کچھ انہوں نے سیکھا ہے اور جو علم حاصل کیا ہے، اس پر عمل کریں کیونکہ:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

بدعملی علم کے لئے وبال ہے اور بدعملی کی نحوست معاشرہ پر گوناگوں طرح سے ظاہر ہوتی ہے اور پھر یہ نحوست اپنا بال و پر پھیلا کر سماج کو مختلف آزمائشوں سے دوچار کرتی ہے۔ بروقت مسلم معاشرہ میں بدعملی نے اس خطرناک حد تک پاؤں پسار لیا ہے کہ الاماں والحفیظ۔ ہر طرف بدعملی کے مظاہرے اور حرام کاریوں کی کھلے عام انجام دہی، ایسی صورت میں مسلم قوم کے نوجوانوں کی ذمہ داری دوبالا ہوجاتی ہے کہ وہ اپنے دامن کو علم کی موتیوں سے بھرنے کے بعد اس کے مطابق عمل کریں ورنہ پھر اللہ

تعالیٰ کا فرمان ہم پر صادق آئے گا کہ ’’یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْن‘‘(سورۃ الصف/۲-۳)

ہمارے نوجوان جب علم سے آراستہ ہوگئے اور عمل کے میدان میں بھی نیک نامی حاصل کرلی تو پھر ان پر تیسری ذمہ داری یہ عائد ہوتی ہے کہ وہ اسلام کے دفاع کے لئے دشمنوں کے خلاف مضبوط قلعہ کے مانند کھڑے ہوجائیں اور ان کی ہرزہ سرائیوں ،دریدہ دہنیوں، کج فکریوں اور اسلام کے خلاف برہنہ گفتاریوں کا دندان شکن جواب دیں کیونکہ فرمان الٰہی ’’یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ‘‘(الصف: ۸) کے مطابق وہ ہمیشہ سے اسلام کو دبانے ،اس کے خلاف سازشوں کے تانے بانے بننے کی کوشش کرتے ہیں اور اسلام کے رخ زیبا کو داغدار بنانے کی کوشش کرتے رہیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ’’وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ‘‘ (الصف: ۸) کے بمصداق ہر زمانے میں اپنے بندوں میں سے اس فانوس کے محافظ بھیجتا رہے گا جو خون جگر سے اس کی حفاظت کریں گے۔

اگر مسلم نوجوان اصلاح معاشرہ میں قابل قدر خدمت انجام دینا چاہتے ہیں اور ان کی چاہت ہے کہ وہ معاشرے کی تعمیر وترقی میں فعال کردار ادا کریں تو نوجوانوں کو چاہئے کہ وہ مزاج میں اعتدال تحمل وبردباری، رحم دلی، نرم خوئی اور نرم دلی کی سچی تصویر بن جائیں۔ دل نرم ہو، مزاج میں اعتدال ہو، ترش روئی نہ ہو، انسان سختی اور تشدد سے خالی ہو تو پھر ہمارے نوجوانوں کا رول اصلاح معاشرہ میں زیادہ نکھر کر سامنے آئے گا اور اصلاح سماج کے تعلق سے ان کی کوششیں زیادہ ثمرآور ہوں گی۔ یہی وہ خوبی تھی جس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم متصف تھے اور اس کی وجہ سے آپ کا مشن ناقابل یقین حد تک کامیاب ہوا اور اسی خاص وصف اور بیش بہا خوبی کا کرشمہ تھا کہ آپ لوگوں کی نظروں کا تارہ بن کر پوری دنیا کے افق پر پورے آب وتاب کے ساتھ ضوفشانی کرنے لگے۔ اس خصلت حمیدہ اور عادت محمودہ کا تذکرہ قرآن مجید میں رب تعالیٰ نے کیا ہے ’’فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَھُمْ وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ‘‘ ۔لہٰذا،ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے نوجوان نرم مزاجی اور نرم دلی کے پیکر ہوجائیں کیونکہ یہ ایسی چیزیں ہیں جن سے دلوں کو فتح کیا جاسکتا ہے۔

مسلم نوجوانوں کی اصلاح معاشرہ کے تعلق سے پانچویں ذمہ داری یہ ہونی چاہئے کہ وہ ہمیشہ کمزور،ضعیف، بے سہارا، لاغر، بے بس اور نادار قسم کے لوگوں کی فریاد رسی، غمگساری اور دلجوئی کو اپنا شیوہ بنالیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ’’أبغونی فی ضعفائکم‘‘ کو اپنے لئے اسوہ اور آئیڈیل تسلیم کریں گے کیونکہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:’’من نفس عن مؤمن کربة من کرب الدنیا نفس اللہ عنه کربة من کرب یوم القیامة‘‘ یہ حدیث عظیم بشارت ہے ان لوگوں کے لئے جو کہ خلق خدا کی خدمت میں جاگتے ہیں اور مخلوق کی بھلائی میں اپنا شب وروز ایک کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی انسان کی ایک پریشانی کا حل پیش کرتا ہے اور اپنی محنت سے ایک مصیبت کو دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی مصیبت بھی دور فرمائے گا۔لہذا، ہر مسلم نوجوان کو اپنے اندر یہ جذبہ پیدا کرنا چاہئے کہ وہ مظلوموں، بے کسوں، قلاشوں، لاچاروں اور معاشرے کے دبے کچلوں کی مدد کرے گا کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ’’واللہ فی عون العبد ماکان العبد فی عون أخیه‘‘ کا مژدہ جاں فزا بھی مومنوں کو سنایا گیا ہے۔

امر بالمعروف والنہی عن المنکر امت مسلمہ کا امتیازی فریضہ ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:’’وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْن‘‘نیز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فریضے کے تعلق سے واضح طور پر بتایا ہے:’’من رأی منکم منکرا فلیغیره بیده فان لم یستطع فبلسانه فان لم یستطع فبقلبه و ذلک أضعف الایمان ‘‘اگر ہمارے نوجوان اس بات کا عزم کرلیں کہ وہ خود راہ استقامت پر گامزن رہیں گے اور معاشرے سے قتل وغارت گری، زناکاری وبدکاری ،لوٹ کھسوٹ، ڈاکہ زنی اور رہزنی ہر طرح کی برائی سے معاشرہ کو آزاد کریں گے اور تمام برائیوں کا قلع قمع کریں گے۔

اگر ہمارے نوجوان یقیں محکم اور عزم راسخ کرلیں تو معاشرہ سے برائیوں، فحاشیوں، بدکاریوں کے جملہ انواع واقسام کو بڑی آسانی سے اکھاڑ پھینکا جاسکتا ہے، لیکن اگر ہم نے اس فریضہ سے پہلوتہی اختیار کی اور اس حکم سے عدولی برتا تو یقین جانئے کہ معاشرہ بے حیائیوں کا اڈہ بن جائے گا،عریانیت اپنا پنجہ گاڑ دے گی،سماج کا تانا بانا پارہ پارہ ہوکر بکھر جائے گا اور پھر عذاب الٰہی نازل ہوگا جس کے شکار سبھی لوگ ہوں گے۔مسند احمد کی روایت ہے:’’لتأمرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر أو لیوشکن اللہ أن یبعث علیکم عقابا منه ثم تدعونه فلا یستجاب لکم‘‘۔

اس سلسلے میں سب سے بڑی ذمہ داری اصلاح معاشرے کے تعلق سے مسلم نوجوانوں پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اس نیک کام میں اجتماعیت کو ملحوظ رکھیں اور انفرادی کوششوں کے بجائے اتحاد اور مل جل کر متحدہ کوششوں پر یقین کریں کیونکہ ایسی صورت میں کامیابی کے امکانات روشن ہوجاتے ہیں،معاشرہ سے جہالت، گندگی اور فحاشی و بدکاری کو بآسانی ختم کیا جاسکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے

'وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى'' فرما کر نیک کاموں میں ایک دوسرے کے ہاتھ کو مضبوط کرنے کی تاکید کی ہے تاکہ ہمارے مساعی ثمر آور ہوں اور اس کے نتائج زیادہ دیرپا ہوں۔

مسلم نوجوانوں کا اصلاح معاشرہ میں فعال کردار نبھانا ہو تو انہیں مدارس دینیہ اور معاہد علمیہ کے قیام کی طرف توجہ دینی ہوگی اور اس طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے اور اگر کسی علاقے اور خطے میں دینی مدارس قائم ہیں تو ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم دامے درمے سخنے قدمے ان کا تعاون کریں کیونکہ یہی وہ جگہیں ہیں جہاں آدم گری اور مردم سازی کا کام ہوتا ہے۔ان مدارس سے ہی انسان کو انسان بنایا جاتا ہے اور ان جامعات دینیہ اور مدارس اسلامیہ کی مٹی سے ہی دین کے داعی، سپاہی، قائد، رہنما اور سپہ سالار تیار ہوتے ہیں۔لہذا، مدارس اسلامیہ کے قیام اور ان کے ساتھ تعاون کی طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے تاکہ ان مدارس کے طفیل معاشرے میں دین اسلام کی تعلیمات عام ہوسکے اور شرعی علوم کے حاملین یہاں سے پیدا ہوسکیں۔

مسلم نوجوان اگر اصلاح معاشرہ میں سرگرم کردار اور فعال رول ادا کرنا چاہتے ہیں تو ان پر یہ بھی ضروری قرار پاتا ہے کہ وہ فضول رسومات سے بچیں اور فضول خرچی سے بالکلیہ احتراز کریں کیونکہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: ''وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ '' بروقت فیشن کے نام پر ہمارے نوجوان پیسے پانی کی طرح خرچ کرتے ہیں، جھوٹی شان کی بحالی کا معاملہ ہو تو فضول خرچی خطرناک حد تک دیکھی جاسکتی ہے۔ بے کار کی شاپنگ اور اس کو لبستگی کا سامان سمجھنا، فلم بینی کا شوق، سگریٹ نوشی کی لت، مہنگا انڈرائڈ فون کی فریفتگی، قیمتی بائک کی دلدادگی، لگزریس چار پہیہ گاڑی، ماڈرن اسٹائل کے ڈریس، جدید طرز پر بال کٹنگ، فلمی ستاروں کی نقالی، ناچنے گانے والوں کی اندھی تقلید کے نام پر ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں روپئے خرچ کرنا موجودہ دور میں جھوٹی شیخی کا نمونہ سمجھ لیا گیا ہے ۔جبکہ یہ دنیاوی عیش وآرام فانی ہے اور اس دنیا کی حیثیت دارالامتحان کی سی ہے۔دنیا کی بے وقعتی کا اندازہ اس مشہور حدیث سے لگا سکتے ہیں کہ ''لو كانت الدنيا تعدل عندالله جناح بعوضة ماسقى كافرا منها بشربة ماء'' نیز دنیا کی بے وقعتی کا اعلان اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن پاک کے اندر کیا ہے اور فرمایا ہے: ''وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ''.

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم ان آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ پر غور کریں اور ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ ہم نے آخرت کو فراموش کرکے دنیا سے اپنا رشتہ جو اس خطرناک حد تک استوار کرلیا ہے، وہ ہمارے لئے کس حد تک سودمند ہے۔ایسا تو نہیں کہ ہم گھاٹے کا سودہ کئے ہوئے ہیں اور ہم اس کی وجہ سے کل بروز قیامت شرمندگی سے دوچار ہوں گے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم نوجوانان قوم وملت کھڑے ہوجائیں اور اپنے کوہ کن عزم وحوصلہ کے ذریعہ معاشرہ کی اصلاح میں اپنا سرگرم کردار ادا کریں۔یقین جانئے کہ اگر ہم نے عمر عزیز کے اس مرحلے کو اللہ کے لئے وقف کردیا، معاشرے کی اصلاح کا بیڑہ اپنے کندھے پر اٹھالیا اور قوم کے نوجوانوں نے متحدہ طور پر کوششیں کرلیں تو حالات کو بدلنے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی ہے۔ابوجہل جیسے سرکش اور اڑیل انسان کو معوذ ومعاذ ابنا عفرا جیسے جواں سال لڑکے مار سکتے ہیں، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جیسا انسان نوجوانی کی عمر میں حبر الامہ اور ترجمان القرآن کا لقب پا سکتے ہیں،نوجوانی کی عمر میں علی رضی اللہ عنہ حیدر کرار بن کر دشمنوں کے چلمن میں آگ لگا سکتے ہیں،امام بخاری، امام مسلم اور دیگر ائمہ دین نوعمری میں ہی اپنے علم وفن کا لوہا منوا سکتے ہیں تو پھر بھلا ایجادات واختراعات کے اس دور میں ہم اصلاح معاشرہ میں اپنا بھرپور کردار کیوں نہیں ادا کرسکتے ہیں۔

نوجوان صحابہ کرام کے داستان پڑھئے کہ کس طرح سے ان کے دلوں میں خلوص وللّٰہیت کا جذبہ موجزن تھا اور وہ لوگ دین اسلام کے کتنے بڑے شیدائی تھے کہ نئی نویلی دلہن کو چھوڑ کر میدان کارگزار میں دوڑ بھاگتے تھے،غزوات میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کردیتے ہیں بلکہ وہ اپنے موجود زمانے کے سپر پاور کے سامنے سینہ سپر ہوجایا کرتے تھے۔آخر وہ کون سی طاقت تھی جو ان کے رگوں میں ایندھن بن کر انہیں غذا فراہم کرتی تھی تو ظاہری بات ہے کہ انہوں نے ''قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ '' کے تحت اپنا سب کچھ اللہ اور اس کے رسول کے لئے قربان کردیا تھا۔یہی وجہ ہے کہ ماؤں کو اپنے بچوں، بیویوں کو اپنے شوہروں، بہنوں کو اپنے بھائیوں کی شہادت کی خبر ملتی اور دوسرے پل رسول گرامی کے بخیر وعافیت ہونے کی اطلاع موصول ہوتی تو بے ساختہ کہہ پڑتی تھیں کہ ''كل مصيبة بعدك جلل'' یعنی آپ کے ہوتے ہوئے دنیا کی تمام مصیبتیں ہیچ ہیں۔

چنانچہ ہمیں ضرورت ہے کہ ہم اصلاح معاشرے کے تعلق سے اپنے کردار کو سمجھیں اور ہم نوجوان ہیں تو اس کو مزید سمجھیں اور ہماری قوم، سماج اور معاشرے کی ہم سے جو امیدیں وابستہ ہیں، اس کو پوری کرنے کی کوششیں کریں تاکہ ہمارا معاشرہ اسلامی بنیادوں پر استوار ہوسکے، ہر چہار جانب امن وامان اور سکھ شانتی کا بول بالا ہو، بے چینی اور بدامنی کا نشان نہ ہو اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ معاشرہ کا ہر نوجوان اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے اور معاشرے کے سدھار اور اس کی اصلاح میں اپنا سرگرم رول نبھائے۔اللہ ہمیں اس کی توفیق ارزانی فرمائے۔

☆☆☆

جدید تعلیم کا تصور اور سرسید احمد خاں

بصیرت فاطمہ
ریسرچ اسکالر، شعبۂ سنی دینیات، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

اوائل انیسویں صدی میں جو خاص بندگانِ خدا پیدا ہوئے۔ان میں سر سید احمد خاں کی شخصیت ایسی تھی جنہوں نے قوم او روطن کی سچی اور بے لوث خدمت کی۔انہوں نے مسلم قوم کی اصلاح کی نئی راہیں کھولیں، فکر ونظر کے نئے سانچے تیار کئے ۔ سید احمد خاں دہلی کے رہنے والے تھے ۔اور ۱۸۱۷ء میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ان کے بزرگ عرب سے ہندوستان شاہ جہاں کے عہد میں آئے۔

۱۸۵۷ء کی تحریک بغاوت کے بعد مسلمانوں کی تباہی و بربادی سے سرسید بہت متاثر ہوئے۔اسی غم میں آپ نے تباہی و بربادی کے مقدمات ومؤخرات پر تدبر وتفکر کیا اور پھر آپ نے حالات کے سیاق وسباق سے یہ فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کی ذلتوں اور محرومیوں کا راز تعلیم میں مضمر ہے اور وہ پھر اس نتیجے پر پہنچے کہ جو قوم دوسرے اقوام کی تہذیب وتمدن سے فائدہ نہیں اٹھاتی وہ تنزل پذیر ہو جاتی ہے۔

سرسید احمد خاں ہی کی ذات تھی کہ جنھوں نے دور حاضر میں مسلمانوں میں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کے مسئلہ پر بھی پوری سنجیدگی کے ساتھ اپنی توجہ مبذول کی۔ وہ ہندوستانی مسلمانوں کے سماجی، معاشی و سیاسی مسائل کا مشاہدہ کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے کہ مسلمانوں کی اصلاح وترقی کا اصل ذریعہ ان کی تعلیم کو فروغ دینا ہے جس کی بنا پر انھیں معاشرہ میں عزت ووقار کا درجہ حاصل ہوگا، اس سلسلے میں انھوں نے تین چیزوں پر اپنی خاص توجہ مرکوز کی: پہلی یہ ہے کہ تعلیم کو عام کیا جائے، اسے کسی بستی یا شہر یا کسی علاقے کے چند گھرانوں تک محدود نہ کیا جائے۔ دوسری یہ ہے کہ تعلیم کے نصاب و نظام میں عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھا جائے۔ تیسری یہ کہ: جدید مضامین و سائنسی علوم کے ساتھ دینیات ومشرقی علوم کی تدریس کا بھی اہتمام کیا جائے۔

سرسید احمد خاں نے اس بات پر زور دیا کہ مسلمان ہر علاقہ یا ضلع میں اپنے تعلیمی ادارے قائم کریں جو عصری تقاضوں کے ساتھ ساتھ ان کی دینی ضروریات کو بھی پورا کرسکیں۔ چنانچہ اس کے بارے میں کہتے ہیں:

’’ہر ضلع میں کم از کم ایک مدرسہ قائم کرنا چاہئے جس سے ہر ایک کے مطالب و مقاصد پورے ہوں کیوں کہ تمام لوگوں کے ایک ہی مقاصد نہیں ہوتے۔ اگر کوئی شخص مولوی، محدث وفقیہ بننا چاہے تو مولوی بننے کا بھی اس میں موقع موجود ہو، اگر کوئی شخص بڑا ریاضی داں بننا چاہے تو وہ بھی اس میں اپنا مقصد حاصل کر سکے اور کوئی شخص علوم و زبان انگریزی میں تحصیل کامل کرنا اور عہدہ ہائے جلیلہ گورنمنٹ کا حاصل کرنا چاہے تو وہ بھی کر سکے۔ جب ایسا سلسلہ قائم ہو جائیگا تب مسلمانوں کی تربیت اور دینی و دنیوی ترقی کی توقع ہوتی ہے۔‘‘[1]

اس سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ سرسید ایک ایسے جامع نظام تعلیم کے داعی وعلم بردار تھے جس میں بہ یک وقت عصری و دینی تعلیم کی سہولیات مہیا ہوں۔ لہٰذا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ سرسید احمد خاں نے سب سے زیادہ جدید تعلیم کی طرف زور دیا، اور ان کے تعلیمی تصورات میں جدید تعلیم کو خصوصیت حاصل تھی اور ایم اے او کالج کی درسیات میں عصری علوم وفنون کی اہمیت اور دینی علوم کی اہمیت کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہوئی۔ ایک خط میں جدید ومشرقی تعلیم کی اہمیت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے دینی تعلیم کی ضرورت واہمیت کو واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

’’مسلمانوں کو مذہبی تعلیم دینا بھی ادنی درجہ کی یا اوسط درجہ کی یا اعلی درجہ کی ہم پر فرض ہے، کیونکہ مختلف اقوام کو جس چیز نے ایک قوم بنا دیا ہے وہ صرف اسلام ہے۔ اگر ہم اسی کی فکر نہ رکھیں تو قومیت قائم نہیں رہ سکتی۔‘‘[2]

سرسیدؒ اولاً جدید علوم کو مادری زبان میں پڑھانے کے قائل تھے مگر جب اس کا خاطر خواہ فائدہ نظر نہ آیا تب آپ نے اس سائنسی علم جس کو آپ کے معاصرین نیچری علم اور سرسید کو نیچری کہتے تھے ان کی ہی زبان میں پڑھنے پر زور وقوت صرف کیا سرسید اس وقت کے مروجہ علوم کے مخالف نہیں تھے بلکہ آپ کی مخالفت اس امر میں تھی کہ تعلیم کے رائج طرق درست ہیں یا اصلاح کے محتاج ہیں۔ عوام الناس کے علاوہ جب خواص یعنی اہل علم نے بھی آپ کی اس تحریک سے بغاوت کی اور آپ کو ملحد و نیچری کہا، اس سے نہ تو آپ بزدل ہوئے نہ مایوس بلکہ اس سے آپ کی فکر میں اور تیزی آ گئی اس لیے کہ سرسید جہاں وقت کے چیلنج (Challenge) کو قبول کرنے کے لیے زور دے رہے تھے وہیں اسے ماضی کے علمی سرمائے کی بقاء وتحفظ کا ضامن بھی سمجھ رہے تھے بالخصوص ہندوستانی مسلمانوں کے بارے میں انہیں یقین تھا کہ نئی تعلیم سے آراستہ ہوئے بغیر مہذب دنیا میں کوئی مقام حاصل نہیں کیا جا سکتا ہے۔[3]

سرسیدؒ نے مسلم قوم کی فلاح وکامرانی کے لیے اپنے کو خطبات، مقالات اور لیکچرس کے دائرے میں ہی محدود نہیں رکھا بلکہ جدید طرز تعلیم کے لیے درسگاہیں اور سوسائٹیاں بھی قائم کیں جن کا سلسلہ مراد آباد سے شروع ہوتا ہے اور علی گڑھ پر آکر مکمل ہوتا ہے۔ اس راہ کو جہل وتعصب نے مسدود کرنے کی بے حد کوشش کی مگر آپ نے عزم واستقلال کا پہاڑ بن کر ان حالات کا مقابلہ کیا کیونکہ آپ سمجھ رہے تھے کہ معاندین اسلام کو مسکت جواب دینے کے لیے اور اسلام سے متعلق پھیلائی گئی غلط فہمیوں کے ازالہ کے لیے نیز مسلم قوم کی حیثیت سے ان کے زندہ رہنے لیے ضروری تھا کہ بدلتے ہوئے حالات میں ان کی تعلیم سے استفادہ کیا جائے اور حاکم قوم کے تہذیب وتمدن کو قریب سے دیکھا جائے تبھی یہ شکست خوردہ قوم اپنی عظمت رفتہ کو حاصل کر سکتی ہے۔ مسلمانوں کی اس عظمت رفتہ کی بحالی کے لیے سرسیدؒ اور ان کے رفقاء واحباب یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کا مخصوص ادارہ ہو جو تعلیم وتربیت کا سنگم ہو جہاں سے ایسے رجال کار تیار ہوں جو دین کی دولت کے ساتھ ساتھ دنیا کے بازار میں

بھی اپنی ایک خاص پہچان بنائے ہوئے ہوں اس ضرورت کو پروفیسر فلاحی کے الفاظ میں اس طرح سمجھا جاسکتا ہے:

''اس طرح کے دینی وملی ادارہ کے قیام کی غرض وغایت اس کے سوا کچھ اور نہیں تھی کہ مسلم نوجوانوں کو بے دینی کی آندھیوں سے نجات دلائی جائے۔''۴

سرسیدؒ چونکہ نئے طرز تعلیم کے ذریعہ اپنی قوم کو تہذیبی، سیاسی اور معاشی تنزلی سے نکال کر کامیابی وکامرانی، عزت واحترام کی راہ پر گامزن کرنا چاہتے تھے مگر ساتھ ہی ساتھ آپ یہ بھی چاہتے تھے کہ مسلمان جس بھی بلندی پر پہنچے وہ ایک مسلم کی حیثیت سے اس بلندی کو سر کرے اس لیے آپ نے دینی تعلیم کو لازمی قرار دیا اور اسے داخل نصاب رکھا، دین کے اس شعبہ کا آپ کی نگاہ میں جو حیثیت اور مقام تھا اس کا اندازہ اس امر سے بآسانی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اس وقت کے جید عالم حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ سے درخواست کر کے عبداللہ انصاری کو اس شعبہ کی ذمہ داری سپرد کی جنہوں نے یونی ورسٹی کے ماحول کو دینی بنانے میں ہر جہت سے محنت کی۔

تعلیم جدید کو سرسید وقت کی ضرورت اور قوم مسلم کی پستی وانحطاط کو دور کرنے کا اہم ذریعہ قرار دیتے ہیں لیکن یہ بھی ایک ناقابل انکار صداقت ہے کہ عوام کے ساتھ ساتھ خواص نے بھی آپ کے تجویز کردہ اس نسخۂ شفاء کو اسلام کے خلاف قرار دے کر اس سے دور رہنے اور دور کرنے کو اپنا شیوہ بنالیا نیز عوض میں آپ کو ایسے القاب سے نوازا کہ ایک عام مسلم ان الفاظ پر سرسری غور وفکر کرے تو سرسیدؒ سے دوری بنانے میں عافیت تصور کرے۔ مگر ہوا اس کے برعکس کہ جس نے بھی آپ کے مشن واخلاص کو نزدیک سے دیکھا وہ آپ کا ہو کر ہی رہا۔ کیونکہ آپ نے اس علم کو موت وزیست کا مسئلہ بنالیا تھا جیسا کہ پروفیسر فلاحی لکھتے ہیں:

''یہ تصور سرسیدؒ کا مسلک حیات بن چکا تھا کہ اعلیٰ تعلیم کا حصول انسان کو اعلیٰ ظرف بناتا ہے اور دین ودنیا کی سعادت کے حصول کے باب میں قناعت واستغناء کے برخلاف خوب سے خوب تر کے حصول کے لیے تحریض وترغیب کا کام کرتا ہے، یہی وہ دولت عظمیٰ ہے جس کی بنیاد پر حکومت وقت کے سامنے کشکول گدائی پھیلانے کی ضرورت نہیں پڑتی، بلکہ حکومت مجبور ہوتی ہے کہ ایسے تعلیم یافتہ افراد کو حقوق و مراعات بغیر مانگے ہوئے دے۔''۵

سرسیدؒ کے تحریری سرمایہ کا جب ایک دیانت دار مبصر جائزہ لیتا ہے تو وہ آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ سرسیدؒ اس جدید طرز تعلیم سے مسلم نوجوانوں کو معاشی حیوان نہیں بنانا چاہتے تھے بلکہ آپ کی تعلیمی پالیسی (Policy) کی جامعیت کا راز اس امر میں مضمر تھا کہ آپ مسلمانوں کو کسی بھی لحاظ سے ذلیل ہوتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتے تھے اور اس کا راز آپ کی سمجھ میں آگیا تھا کہ اسکا راستہ تعلیم ہے مگر وہ تعلیم کس نوعیت کی ہوگی اس پر سرسیدؒ کا موقف بہت واضح ہے جس کو درج ذیل حوالہ سے بآسانی سمجھا جاسکتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

''ایک ہاتھ میں فلسفہ ہوگا، دوسرے ہاتھ میں نیچرل سائنس اور سر پر لاالٰہ الااللہ کا تاج۔''۶

۱۸۷۵ء میں انڈیا میں انگریزی تعلیم ترقی کر چکی تھی لیکن اسکے باوجود ملک میں مسلم گریجویٹ کم وبیش بیس کے آس پاس ہی تھے، لیکن مسلمانوں کو اپنی تعلیمی پسماندگی کا ذرہ برابر بھی احساس نہیں تھا، وہ اپنے قدیم علوم پر فخر کرتے تھے، یہی وجہ تھی کہ بے روزگاری اور افلاس کا بڑا سبب جدید علوم وفنون سے ناواقفیت تھی، یہ تمام باتیں سرسید کو پریشان کیے ہوئے تھیں، اسی لیے آپ نے اپنے ایک خط میں تحریر کیا ہے کہ:

''جو علوم مسلمانوں میں مروج ہیں وہ بلاشبہ غیر پسند اور حسبِ احتیاج وقت نہیں ہیں اور باعث ان کی مفلسی اور محتاجی کا ہیں، کیونکہ مفلسی کا اصل سبب جہل ہے اور غیر مقید علوم کا عالم اور جاہل برابر ہے اس لیے لوگوں کو ان سے نہ تو کچھ فائدہ پہونچا ہے اور نہ ہی وہ خود اپنا کچھ بھلا کر سکتے ہیں۔ تو اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ لوگ اول مفلس اور محتاج پھر نالائق اور کاہل اور پھر ذلیل وخوار اور پھر چور بدمعاش ہوتے ہیں''۔۷

سرسید کی ان تمام گفتگو سے آسانی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ انکے نزدیک مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح کے لئے تعلیم کتنی ضروری ہے، وہ چاہتے تھے کہ مسلمان اس ضرورت کو محسوس کریں۔

سرسید احمد خاں نے مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ آپ اپنا انتہا پسندانہ رویہ ترک کرو اور جب انگریزی علوم سے آراستہ وپیراستہ ہوؤ گے، تبھی حالات پر قابو پا سکتے ہو، سرسید یہ چاہتے تھے کہ لوگ شعر وشاعری اور قوالیوں کی محفل اور اس طرح کی دوسری خرافات سے اپنے کو باز رکھیں، زندگی کی حقیقت سے آشنا ہو جائیں، انگریز چونکہ سائنس ٹیکنالوجی اور اس جیسے دوسرے علوم میں بہت ترقی کر چکے ہیں سب ان کو اپنا آئیڈیل بنائیں ان سے استفادہ کریں۔

۲۲/جنوری ۱۸۸۳ء کو سرسید نے لدھیانہ میں جو لیکچر دیا وہ لیکچر آج بھی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔

انہوں نے کہا کہ:'' اے میری قوم کے لوگو! اپنے عزیز اور پیارے بچوں کو غارت نہ کرو ان کی پرورش کرو ابھی وقت ہے اور تم سب کچھ کر سکتے ہو مگر یاد رکھو میں یہ پیشن گوئی کرتا ہوں کہ اگر اور چند روز تم اسی طرح غافل رہے تو ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ تم چاہو گے اپنے بچوں کو تعلیم دو، ان کی تربیت کرو، مگر تم سے کچھ نہ ہو سکے گا، میں جو کچھ کہتا ہوں تمہارے بچوں کی بہتری کیلئے کہتا ہوں، تم انہیں پر رحم کرو اور ایسا کچھ نہ کرو کہ آئندہ کو پچھتانا نہ پڑے''۸

سرسید احمد خاں اپنے زمانہ کے مدارس کے نصاب کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں سمجھتے تھے، اس لئے وہ ان کی افادیت بڑھانے کے لئے اہل مدارس سے پرزور اپیل کرتے تھے کہ دور جدید کے مطالبات کی روشنی میں وہ ان کے نصاب میں ضروری ومناسب تبدیلی پیدا کریں۔ اس ضمن میں ان کا موقف یہ تھا کہ عصری علوم اور جدید زبانوں (بالخصوص) انگریزی سے واقفیت کے بغیر مدارس کے طلبہ حمایت دین اور تبلیغ اسلام کا فریضہ اچھی طرح انجام نہیں دے سکتے۔۹

سرسید احمد خاں نے مسلم قوم کی ترقی اور دوسری اقوام کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر آگے بڑھنے کے لیے جدید علوم کے حصول کی سہولیات بھی مہیا کرنے کی کوشش کی۔ سائنس، جدید ادب اور معاشرتی علوم کی طرف ان کو رغبت دلائی اور انگریزی کی

تعلیم کو ان کی کامیابی کا زینہ قرار دیا، تاکہ وہ ہندوؤں کے مساوی و معاشرتی درجہ حاصل کرسکیں۔ اور منظّم تعلیمی منصوبے، خطبات، مقالات اور لیکچرس کے دائرے میں ہی نہیں رکھا بلکہ جدید طرز کی درسگاہیں اور سوسائٹیاں بھی قائم کیں۔

۱۸۵۹ء میں سرسید نے مرادآباد اور ۱۸۶۲ء میں غازی پور میں مدرسے قائم کیے۔ ان مدارس میں فارسی کے علاوہ انگریزی زبان او رجدید علوم پڑھانے کا بندوبست بھی کیا۔

۱۸۶۳ء میں غازی پور میں سرسید نے سائنٹفک سوسائٹی کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا۔ اس کے قیام کی اصل وجہ مغربی زبانوں میں لکھی گئی کتب کے اردو تراجم کرنا تھا، اس کے بعد ۱۸۷۶ء میں سوسائٹی کے دفاتر علی گڑھ میں منتقل کردیئے گئے۔ سرسید نے نئی نسل کو انگریزی زبان سیکھنے کی تلقین کی تاکہ وہ مغربی علوم سے بہرہ ور ہوسکیں۔

۱۸۷۵ء میں علی گڑھ میں ایم اے او رہائی اسکول کی بنیاد رکھی جو بعد میں ایم اے او کالج بنا اور آپ کی وفات کے بعد ۱۹۲۰ء میں یونیورسٹی کا درجہ اختیار کرگیا۔ جسے آج ہم اے ایم یو (علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) کے نام سے جانتے ہیں۔

۱۸۸۶ء میں سرسید نے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے نام سے ایک ادارہ کی بنیاد رکھی۔ مسلم قوم کی تعلیمی ضرورتوں کے لیے افراد کی فراہمی میں اس ادارے نے بڑی معاونت کی ہے، اور کانفرنس کی کارکردگی سے متأثر ہوکر مختلف شخصیات نے اپنے علاقوں میں تعلیمی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔

یہ کانفرنس مسلمانوں کے سیاسی، ثقافتی، معاشی اور معاشرتی حقوق کے تحفظ کے لیے بھی کوشاں رہی۔ یہ ادارے سرسید احمد خاں کی منصوبہ بند کوششوں پر سند کی حیثیت رکھتے ہیں۔

سرسید نے جدید تعلیم حاصل کرنے والوں کے لیے نشانِ راہ متعین کیا ہے فلسفہ ہمارے دائیں ہاتھ میں اور کلمہ لا الہ الا اللہ کا تاج ہمارے سر پر ہوگا۔ ۱۰

الغرض سرسید جدید علوم وفروغ کے لئے دیوانہ وار آگے بڑھے اپنے قول وعمل سے تعلیم کے قدیم طریقوں کے خلاف جہاد کیا وہ اس وقت کے مروجہ علوم کے مخالف نہیں تھے بلکہ ان کی مخالفت تو اس امر میں تھی کہ تعلیم کے رائج طریقے درست ہیں یا نہیں جب مسلمانوں کے علاوہ علماء اور فضلاء نے بھی اس تعلیمی تحریک سے بغاوت کی تو سرسید نے اس کا کوئی منفی اثر قبول نہیں کیا۔ ہندوستانی مسلمانوں کے بارے میں انہیں یقین تھا کہ نئ تعلیم سے آراستہ ہوئے بغیر مہذب دنیا میں کوئی مقام حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ ۱۱

عصری علوم میں مہارت سے سرسید کا یہ مقصد بالکل نہیں تھا کہ مسلم نوجوان کالج کی ان سندوں کو اپنی جھوٹی شان اور ادنیٰ مقصد کے لیے استعمال کریں بلکہ آپ کا مقصد تھا کہ مسلم قوم دورِ جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو، دین کا اثاثہ لے کر دنیا کے معاملات میں بھی مرد میدان بنے، نیز فلاح وکامرانی ان کا استقبال کرے، اس وجہ سے آپ نے تعلیم کے ساتھ تربیت پر بھی توجہ دی اور اسے اتنا اہم قرار دیا کہ اگر گہرائی وگیرائی سے آپ کے اس امر سے متعلق خطبات کا جائزہ لیا جائے تو تربیت تعلیم سے بھی مقدم نظر آتی ہے جیسا کہ درج ذیل عبارت سے اندازہ ہوتا ہے:

"صرف تعلیم سے آدمی انسان نہیں بنتا بلکہ تربیت سے بنتا ہے بولنے میں تو یوں آتا ہے کہ "تعلیم وتربیت" مگر تربیت میری سمجھ میں تعلیم پر مقدم ہے۔" ۱۲

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"عزیزوں: تعلیم: اگر اس کے ساتھ تربیت نہ ہو اور جس تعلیم سے قوم قوم نہ بن سکے، وہ تعلیم درحقیقت کچھ قدر کے لائق نہیں ہے۔ پس انگریزی پڑھ لینا اور بی۔ اے، ایم اے ہوجانا جب تک کہ اس کے ساتھ تربیت اور قومیت کی فیلنگ نہ ہو ہم قوم کو قوم اور ایک معزز قوم نہیں بنا سکے:" ۱۳

سرسیدؒ مغربی علوم وفنون کی ترویج واشاعت میں جتنا محو ومستغرق تھے۔ اس سے زیادہ وہ اس بات کے لیے فکرمند تھے کہ اسلام کو حق وصداقت کا علمبردار سمجھا جائے نیز ہر شعبۂ زندگی میں اپنی شناخت کو باقی رکھتے ہوئے اغیار وا جانب سے تمام قسم کی تحریکات و ترغیبات کے ہوتے ہوئے ثابت قدمی کو طرۂ امتیاز بنایا جائے۔ آج بھی سرسید کی اس فکر کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ جس سے قوم مسلم کی عظمت رفتہ بحال ہوسکے۔

سرسید احمد خاں قوم کے گلشنِ حیات میں رونق بہار کو واپس لانا چاہتے تھے، آپ چاہتے تھے کہ قوم کے نوجوان علم وحکمت کی ثریا پر کمند ڈالدیں، تمام قسم کے علوم وفنون سے اپنے آپ کو آراستہ کرلیں، اصل تعلیم کی روح پھونک کر قوم کے خوابیدہ ضمیر کو جگایا نیز اصلاح وتربیت کے بیش بہا جوہر کے ذریعہ آپ نے قوم وملت کو مفید سبق دیا ہے اور پھر ہندوستانی مسلمانوں کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے پوری کاوش کی۔ انہوں نے ذلت ونکبت کا ایک حکیمانہ جائزہ لیا اور پھر اصل مرض تلاش کرکے بیماری کو جڑ سے ختم کرکے ہزاروں طبیب پیدا کرکے ہی دم لیا۔ اور آج برصغیر کی ایک اہم ترین دانش گاہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ہے یہ ایک علمی تحریک تھی اور آج بھی اس تعلیمی سفر کو جاری رکھنے کی اشد ضرورت ہے۔ بلکہ ہم سب کا فرضِ منصبی ہے۔

حواشی

۱- محمد اسماعیل پانی پتی، مقالات سرسید، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۹۱ء
۲- محمد اسماعیل پانی پتی، مقالات سرسید، ص: ۱۰۷، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۱۹۹۱ء
۳- محمد اسماعیل پانی پتی، خطبات سرسید، ج: ۲، ص: ۲۷۷
۴- پروفیسر توقیر عالم فلاحی، سرسید کا اصلاحی مشن، ص: ۱۰۳
۵- پروفیسر توقیر عالم فلاحی، قوم کا روشن مستقبل اور سرسید، ص: ۶۴
۶- عشرت علی قریشی، سرسید اپنے افکار واقوال کے آئینے میں، ص: ۶۳، ۱۹۸۴ء
۷- راس مسعود، (مرتب) خطوط سرسید، ص: ۳۹، بدایوں، ۱۹۲۲ء
۸- لیکچروں کا مجموعہ، ۲۲/جنوری ۱۸۸۳ء، بمقام لدھیانہ، صفحہ: ۱۵۹
۹- محمد اسماعیل پانی پتی، مقالات سرسید، ص: ۱۰۷، مجلس ترقی ادب، لاہور ۱۹۹۱ء
۱۰- عشرت علی قریشی، مقالات سرسید، سرسید اپنے افکار واقوال کے آئینے میں، ص: ۶۳، ۱۹۸۴ء
۱۱- محمد اسماعیل پانی پتی، مرتب خطبات سرسید، جلد دوم، ص: ۷۷، طبع اول جون ۱۹۷۳ء
۱۲- مجموعہ لیکچرز واسپیچز، ص: ۲۱۱
۱۳- خطبات سرسید، جلد دوم، ص: ۳۶۱

☆☆☆

میرے پیارے وطن

میرے ہندوستاں، میرے پیارے وطن
تو ہے میرا چمن، تو ہے میرا چمن

میرے داتا نے ہی بس دیا ہے یہ دھن
ہم سبھی ہیں یہاں پر بہت ہی مگن

یہ ہے لطف و کرم، بخششِ ذو المنن
میرا پیارا وطن، خوشبوؤں کا چمن

ربّ عالم نے بخشا ہے سب رنگ و بو
اِس کی گودی میں کھیلیں ہیں گنگ و جمن

اس کی تہذیب و سنسکرت ہے رنگا رنگ
یاں پہ چڑھتے ہیں پروان ہر فکر و فن

ذرّہ ذرّہ ہے اس کا محبت نشاں
یاں کی مٹی میں بستے ہیں مشک و ختن

یاں ہیں صدق و صفا کے علمدار ہم
ہم رہے ہیں سدا صنم باطل شکن

ہم تو سہتے رہے ہر محن اور فتن
اس کی خاطر ہی جھیلے ہیں دار و رسن

معرکوں میں نکلتے رہے سر بسر
ہر پہر باندھ کر اپنے سر سے کفن

سرحدوں کی حفاظت کی خاطر تو ہی
ہم ہمیشہ رہے واں پہ سایہ فگن

یوں تو دیکھا ہے دنیا کے ڈھیروں چمن
پر وہاں پہ نہیں لگتا، کچھ اپنا من

وہ عداوت، بغاوت کے فنکار ہیں
ہم ہیں مہر و وفا کے سفیر کہن

یاں پہ نفرت کی کھیتی جو کرتے ہیں جَن
یہ تو ہرگز نہیں ہے یہاں کا چلن

نظر بد لگ گئی امن کو پیار کو
نفرتوں، وحشتوں کا نہ تھا یہ وطن

شہر کو کردیا تو نے اپنے تُو بَن
گر تو بنتا نہیں میرا اپنا تو بَن

جنم بھومی کو لوٹو ہو کیوں بھکتو
کھوکھلا کردیا تم نے اپنا بدن

ملک پھولے پھلے گا یہ ممکن ہے کم
ہو جو پیکار آپس میں شیخ و برہمن

رب کی بخشش نہ پاؤگے اے جانِ من!
جب تلک نہ کرو پاک تم اپنا من

ہر گھڑی کرتے رہتے ہیں اصغؔر جتن
بہر تعمیر و تحسینِ دین و وطن

☆☆☆

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

(۱) معروف عالم دین مولانا محی الدین عمری کا انتقال پر ملال

دہلی، ۲۸/مارچ ۲۰۱۹ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سرپرست وسابق نائب امیر، جمعیۃ العلماء کیرالا کے امیر اور ندوۃ المجاہدین کیرالا کی مجلس عاملہ کے رکن معروف عالم دین مولانا محی الدین عمری کے انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور ان کی موت کو قوم و ملت اور جماعت کا بڑا خسارہ قرار دیا ہے۔

امیر محترم نے اپنے بیان میں فرمایا کہ مولانا محی الدین عمری ایک با اخلاق اور متواضع عالم دین تھے۔ انہوں نے کیرالا میں دین وجماعت کی گراں قدر خدمات انجام دیں اور ایک بھرپور زندگی گزار کر بعمر ۸۵ سال کل مورخہ ۲۷/مارچ ۲۰۱۹ء کو بعد نماز عصر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا محی الدین عمری علم فرائض کے ماہر و معلم معروف عالم دین شیخ عبدالصمد الکاتب مہاجر مدنی کے برادر خرد تھے۔ ان کی پیدائش ۲۷/دسمبر ۱۹۳۴ء کو مالا پورم کیرالا کے معروف دینی وعلمی خانوادے میں ہوئی۔ حصولِ تعلیم کے بعد کلیۃ الانصار کیرالا میں دس سالوں تک تدریس کے فرائض انجام دیے، پھر گورنمنٹ کالج میں مدرس ہوئے، اس دوران دعوت واصلاح کا فریضہ بھی انجام دیتے رہے، کئی کتابیں تصنیف اور ترجمے کیے۔ شبان ندوۃ المجاہدین کے امیر بھی رہے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے بہت زیادہ لگاؤ تھا اور اس کے کاز سے کافی دلچسپی رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کو مرکزی جمعیت کے نائب امیر کے منصب جلیلہ پر فائز کیا گیا تھا۔ وہ پاکوڑ کی عظیم تاریخی کانفرنس میں کیرالا کی ایک بڑی جمعیت کے ساتھ شریک ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ متعدد پروگراموں اور میٹنگوں میں بھی تشریف لاتے رہے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند علم، اہل علم اور مراکز علم کی تشجیع اور تعمیر وترقی کے لیے ان کی خدمات کے اعتراف وقدر دانی کے طور پر ایوارڈ بھی دیتی ہے۔ اسی طرح شعراء، ادباء، نقباء اور مختلف میدانوں کی اہم شخصیات کو بھی اس ایوارڈ سے نوازتی رہی ہے۔ مولانا موصوف کی گراں قدر اور ہمہ جہت خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ماضی میں ان کو اپنے اس ایوارڈ سے بھی نواز چکی ہے، جس کے مولانا بجا طور پر مستحق تھے۔ مولانا کا مقام ومرتبہ اور للّٰہیت وصلاحیت کیرالا کی پوری جماعت میں معروف ومسلم تھی۔ کتاب وسنت کے باغیرت داعی تھے۔ پیرانہ سالی میں بھی مفوضہ ذمہ داریوں کو اپنی طاقت سے زیادہ ادا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ ملیالم کے علاوہ اردو اور عربی بھی جانتے تھے۔ مولانا کے چلے جانے سے وہاں بہت بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا کہ وہاں کی ایک عظیم شخصیت، داعی، مبلغ ومناظر اور ندوۃ المجاہدین کے ناظم مولانا عبدالقادر صاحب انتقال فرما چکے ہیں۔ آج گیارہ بجے دن میں کیرالا میں مولانا کی تدفین عمل میں آئی۔ پسماندگان میں بیوہ، تین بیٹے، پانچ بیٹیاں اور متعدد پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں ہیں۔ جبکہ ہزاروں، لاکھوں ان کے متعلقین ومستفیدین سوگواروں میں موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے ان کی خدمات کو قبول کرے، جنت الفردوس کا مکین بنائے، جمعیت وجماعت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ پریس ریلیز کے مطابق مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے جملہ ذمہ داران وکارکنان نے مولانا کی وفات پر رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور پسماندگان سے قلبی تعزیت کی اور ان کی بلندی درجات کے لیے دعا گو ہیں۔

(۲) سرسی کرناٹک کی معروف دینی وسماجی شخصیت جناب عبدالکریم سوداگر کا انتقال پر ملال

دہلی، ۴/مارچ ۲۰۱۹ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے سرسی کرناٹک کی معروف بزرگ دینی، جماعتی اور سماجی شخصیت اور ضلعی جمعیت اہل حدیث سرسی کرناٹک کے سابق امیر جناب عبدالکریم سوداگر کے انتقال پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کیا ہے اور ان کی موت کو ملت وجماعت کا بڑا خسارہ قرار دیا ہے۔

امیر محترم نے کہا کہ جناب عبدالکریم سوداگر صاحب کی شخصیت گوناگوں خصوصیات کی حامل تھی جن میں اسلامی وضع قطع کی پابندی، تقوی شعاری، تہجد گزاری، دینی وجماعتی غیرت، ایثار وقربانی، دلیری اور اولوالعزمی ان کی زندگی کے نمایاں عناوین تھیں۔ آپ مدرسہ فاطمۃ الزہراء للبنات سرسی کے صدر، مسجد محمدیہ سوداگر محلّہ کے متولی اور جامع مسجد سرسی کے سابق صدر رہے تھے۔ دس سالوں تک ضلعی جمعیت اہل حدیث سرسی کے امیر رہے اور اس دوران انہوں نے تاریخی حیثیت کے دینی وسماجی کام کیے۔ علاقے کی معزز ومسلّم شخصیات میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ جمعیت وجماعت سے گہری وابستگی تھی اور مرکزی جمعیت کے کاز اور سرگرمیوں سے کافی لگاؤ رکھتے تھے اور ذمہ داران سے بڑی محبت کرتے تھے۔ بڑے صاحب دل آدمی تھے۔ سرسی میں بڑی جماعتی آبادی ہے اس کے آپ روح رواں تھے اور آپ کے دعوتی واصلاحی کاموں کے اثرات ہر سطح پر محسوس کیے جاتے ہیں۔ مرکزی جمعیت کا وفد جب بھی سرسی سے گزرا آپ نے والہانہ استقبال کیا اور خوش آمدید کہا۔ مہمان نوازی میں بہت پیش پیش رہتے تھے اور اداروں کے قیام اور ان کی دیکھ ریکھ کے سلسلے میں بہت حساس واقع ہوئے تھے۔ کل مورخہ ۲/اپریل ۲۰۱۹ء کو شام چھ بجے طویل علالت کے بعد بعمر ۹۰ سال سرسی میں ان کا انتقال ہوگیا، اور آج صبح گیارہ بجے ان کی تدفین عمل میں آئی۔ پسماندگان میں چھ لڑکے عبدالباقی، محمد ادریس، محمد خالد، عبدالمتین، محمد وصی، عبدالرحیم، دو صاحبزادیاں ہیں اور متعدد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں اور ہزاروں کی تعداد میں متعلقین ومحبین ہیں۔ سارے صاحبزادے الولد سر لابیہ کے مصداق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، ان کی خدمات کو قبول کرے، جنت الفردوس کا مکین بنائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور جمعیت وجماعت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

(۳) شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ کا چاند نظر آگیا

نئی: ۶/اپریل ۲۰۱۹ء، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی دہلی سے جاری اخباری بیان کے مطابق آج مورخہ ۲۹/رجب ۱۴۴۰ھ مطابق ۶/اپریل

۲۰۱۹ء بروز سنیچر بعد نماز مغرب بمقام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی دہلی کی ایک اہم میٹنگ منعقد ہوئی اور ملک کے مختلف حصوں میں بادوباراں اور مطلع ابر آلود ہونے کے باوجود گجرات کے نڑیاد وسامرود سے چاند کی رویت کی مصدقہ ومستند خبر موصول ہونے کے پیش نظر مرکزی اہل حدیث رویت ہلال کمیٹی دہلی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ کل مورخہ ۷/اپریل ۲۰۱۹ء کو شعبان ۱۴۴۰ھ کی پہلی تاریخ ہوگی۔ان شاءاللہ

(۴)مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجلس عاملہ کا اجلاس بحسن وخوبی اختتام پذیر، ملک وملت سے متعلق اہم فیصلے

دہلی: ۷/اپریل ۲۰۱۹ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی پریس ریلیز کے مطابق آج اہل حدیث کمپلیکس، اوکھلا، نئی دہلی میں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مجلس عاملہ کی ایک اہم میٹنگ امیر جمعیت محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ کی صدارت میں منعقد ہوئی جس میں ملک کے بیشتر صوبوں سے آئے اراکین اور صوبائی ذمہ داران نے شرکت کی۔امیر محترم نے اپنے خطاب میں دعوت وتبلیغ، تعلیم وتزکیہ، تقوی وللّٰہیت، اتحاد واتفاق، خیرسگالی، قومی یکجہتی، فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور انسان دوستی اور اسلام کی تعلیمات کو برادران وطن تک پہنچانے کی ضرورت پر زور دیا اور دہشت گردی وداعش کی کڑے لفظوں میں مذمت کی۔اس اجلاس میں مرکزی جمعیت کے ناظم عمومی مولانا محمد ہارون سنابلی نے کارکردگی رپورٹ پیش کی جس کی توثیق کی گئی اور ناظم مالیات الحاج وکیل پرویز نے حسابات پیش کیے جس پر ہاؤس نے اطمینان وخوشی کا اظہار کیا۔میٹنگ میں جمعیت کے کاموں کا بھی جائزہ لیا گیا اور آئندہ دعوتی، تعلیمی، تنظیمی، تعمیراتی اور رفاہی منصوبوں اور انسانی خدمات کو مہمیز دینے کے لئے غور کیا گیا۔علاوہ ازیں جمعیت کے مالی استحکام بالخصوص اہل حدیث منزل کے تعمیراتی کاموں کی تکمیل اور اہل حدیث کمپلیکس میں زیر تعمیر کثیر المقاصد عمارت کے لئے ملکی سطح پر اہل خیر حضرات کا زیادہ سے زیادہ تعاون حاصل کرنے کی اپیل کی گئی ہے۔بعض صوبائی جمعیتوں کے انتخابات غیر دستوری ہونے پر انہیں کالعدم قرار دیا گیا اور تاکید کی گئی کہ وہ بہر صورت دستور کی پاسداری کرتے ہوئے اپنے انتخابات مکمل کرائیں۔گذشتہ دنوں پارلیامنٹ میں مولانا بدرالدین اجمل کی سلفیت سے متعلق الزام تراشی اور غلط بیانی کو افسوسناک قرار دیا گیا اور موصوف سے متعلقہ بیان کو حسب وعدہ پارلیمنٹ کی کارروائی سے ختم کرانے پر زور دیا گیا۔نیز مولانا بدرالدین اجمل کی ہرزہ سرائی اور بہتان تراشی کی تردید وازالہ کے لیے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے بروقت حکیمانہ وجرأت مندانہ اقدام کی ستائش کی گئی اور جن تنظیموں اور شخصیات نے مولانا بدرالدین اجمل کا بروقت رد کیا اور ان کی مذمت کی، ان کی حق بیانی کو سراہا گیا اور دین وملت اور شریعت کی دہائی دینے والی اور اس کے نام پر بلند بانگ دعوے کرنے والی تنظیموں اور شخصیات کی مجرمانہ خاموشی پر تعجب اور افسوس کا اظہار کیا گیا۔اس میٹنگ میں ملک وملت اور عالمی مسائل سے متعلق اہم اور انتہائی اہمیت کی حامل قرارداد وتجاویز منظور کی گئیں۔

مجلس عاملہ کی قرارداد میں اسلام کے عقیدہ توحید کو پوری انسانیت تک پہنچانے اور اسلام کے بارے میں پھیلی بدگمانیوں اور غلط فہمیوں کے ازالہ کی ضرورت پر زور، بابری مسجد کے بارے میں عدالت عظمیٰ کے ذریعہ تجویز کردہ مصالحتی کمیٹی کے قیام کا خیر مقدم کیا۔اسی طرح سے جموں کشمیر کے پلواما میں دہشت گردانہ حملہ کی سخت مذمت اور جاں بحق ہونے والے جوانوں کے پسماندگان کے ساتھ اظہار تعزیت کیا گیا اور دہشت گردی کے خلاف موثر اقدامات کرنے کی اپیل کی گئی ہے۔ نیوزی لینڈ کی مسجدوں میں نماز جمعہ کے دوران دہشت گردانہ حملہ اور اس سلسلے میں عالمی میڈیا کے دوہرے کردار کی مذمت اور حقوق انسانی کے نام نہاد علمبرداروں سے نیوزی لینڈ کی حکومت کے موقف سے سبق لینے کی نصیحت کی گئی ہے۔قرارداد میں ملک کے دہشت گردانہ واقعات، دہشت گردی اور داعش کی غیر انسانی سرگرمیوں کی کڑی مذمت کے ساتھ دہشت گردی کی آڑ میں اسلام اور ایک خاص کمیونٹی کو موردالزام ٹھہرانے کو سراسر ناانصافی قرار دیا گیا ہے۔قرارداد میں عدالتوں سے باعزت بری ہونے والے نوجوانوں کو بھرپور مالی معاوضہ کا مطالبہ اور قصوروار اہلکاروں کے خلاف کڑی کارروائی اور ناخوشگوار واقعات کی تحقیقات کا دائرہ وسیع کرنے اور غیر جانبدارانہ چھان بین کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔اسی طرح سے ملی رہنماؤں اور تنظیموں کے سربراہوں سے ایک دوسرے پر الزام عائد کرنے سے گریز کرنے کا مشورہ اور ایک دوسرے کے مسلک کا احترام کرنے کی اپیل کی گئی ہے۔ ملک کی شناخت قومی یکجہتی کے تحفظ پر زور اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے والوں کے خلاف کڑی کارروائی کرنے اور ہجومی تشدد کی روک تھام کے لیے عدالت عظمیٰ کی ہدایات پر عمل کرنے کی اپیل کی گئی ہے۔اسی طرح سے رنگا ناتھ مشرا اور جسٹس سچر کمیٹی سفارشات کے جلد از جلد نفاذ کا مطالبہ اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار سے متعلق حکومت کے موقف پر اظہار تشویش اور اسے اقلیت مخالف قرار دیا گیا ہے۔علاوہ ازیں جامعہ ملیہ اسلامیہ کے اقلیتی کردار سے متعلق کسی طرح کی کوئی ترمیم اور تبدیلی نہ کرنے کی اپیل کی گئی ہے۔

قرارداد میں عدم تحفظ، مہنگائی، بے روزگاری، غریبی اور ناخواندگی ملک کے اہم ترین مسائل ہیں مذکورہ مسائل کی بنیاد پر حق رائے دہی کے استعمال کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے اور بلا تفریق مذہب وملت ایماندار، صاف ستھرے اور تعمیر ملک وانسانیت کے لیے حقیقی کردار ادا کرنے والے امیدواروں کو ہی منتخب کرنے کا مشورہ دیا گیا۔علاوہ ازیں سعودی ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان حفظہ اللہ کے دورہ ہند کا خیر مقدم اور آپسی معاہدوں کو دونوں ملکوں کے لئے خوش آئند قرار دیا گیا اور راشٹر پتی بھون میں عزت مآب صدر جمہوریہ ہند شری رام ناتھ کووند جی کی دعوت پر امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی حفظہ اللہ کی شہزادہ محمد بن سلمان آل سعود حفظہ اللہ سے ملاقات اور ان کی تکریم میں دیئے گئے عشائیہ میں ان کی شرکت اور شہزادہ محمد بن سلمان حفظہ اللہ کی خدمت میں امیر محترم کے ذریعہ جریدہ ترجمان کا خصوصی شمارہ جو اسی مناسبت سے شائع کیا گیا تھا اور جو عرب وہند کے قدیم تعلقات اور وطن عزیز سے مملکت سعودی عرب کے گوں ناگوں روابط اور سعودی عرب کی عظیم خدمات پر مشتمل ہے کا شمارہ پیش کئے جانے کو بنظر استحسان دیکھا گیا اور اسے سراہا گیا۔اور اسرائیل کی فلسطینیوں کے خلاف جارحانہ اور ظالمانہ کاروائیوں کی مذمت اور اس پر روک لگانے اور عالمی برادری سے مسئلہ فلسطین کا ٹھوس حل نکالنے کی پرزور اپیل کی گئی ہے۔

بٹلہ ہاؤس انکاؤنٹر اور ملک کے دیگر حصوں میں ہونے والے تمام انکاؤنٹروں کی عدالتی تحقیقات کا مطالبہ اور خواتین کے استحصال، مہنگائی، بے روزگاری رشوت خوری اور ماحولیاتی بے اعتدالی پر اظہار تشویش کیا گیا ہے۔علاوہ ازیں ملک وملت کی اہم شخصیات کے انتقال پر اظہار تعزیت کیا گیا ہے۔

☆☆☆

مدرسہ صوت القرآن محمدیہ میں دستاربندی:
۲۸/مارچ ۲۰۱۹ء کو مدرسہ صوت القرآن محمدیہ میوات کا سالانہ جشن دستار بندی منعقد ہوا۔جس میں بطور مہمان خصوصی مولانا محمد ہارون سنابلی ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے شرکت کی۔اس موقعہ پر مولانا موصوف نے فرمایا کہ مذہب اسلام ہر طرح کی برائی کو روکنے اور انسانیت کا پیغام دیتا ہے۔آپ نے مزید فرمایا کہ مدرسوں نے ہمیشہ وطن پرست لوگ پیدا کئے ہیں ملک کی آزادی میں علمائے اسلام وطلبائے مدارس کی بے شمار قربانیاں درج ہیں۔اور آئندہ بھی یہ علماء وطلباء ملک عزیز کے لئے کسی بھی طرح کی مالی وجانی قربانی سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

اس موقعہ پر صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ کے امیر ڈاکٹر عیسیٰ خان انیس نے فرمایا کہ قرآن مجید کی تعلیم ہی دنیا میں خیر کا باعث ہے قرآن سے خالی دماغوں میں شر وفساد پنپتے ہیں قرآن کسی کا ناحق خوں بہانے کی اجازت نہیں دیتا۔

اس موقعہ پر ۱۱/طالب علموں کی قرآن مجید مکمل حفظ کرنے پر دستار بندی کی گئی۔اور ممتاز نمبروں سے پاس ہونے والے طلباء کو انعامات سے نوازا گیا۔

مولانا عبدالرحمٰن سلفی ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث ہریانہ، حاجی قمرالدین نائب امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی، مولانا عبدالمنان سلفی، مولانا خورشید عالم، حافظ محمد داؤد سلفی، حاجی عبدالرشید، مولانا محمد اکبر، حاجی شہاب الدین، حاجی عبدالرحمٰن، اور میوات کے متعدد مقامات سے سرکردہ حضرات شریک اجلاس رہے(محمد اکبر دفتر صوبائی جمعیت اہل حدیث، شکراوہ)

دعوتی واصلاحی اجلاس عام: بتاریخ ۲/فروری ۲۰۱۹ء بروز ہفتہ زیر صدارت ڈاکٹر اکرام الحق اصلاحی امیر ضلعی جمعیت اہل حدیث ارریا وزیر قیادت صالح سہیم مدنی ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث ارریہ منعقد ہوا۔بعد نماز مغرب قرآن کریم کی تلاوت سے پروگرام کا آغاز ہوا۔جس میں مولانا محمد عمیر مدنی صاحب (مدھوبنی) مولانا لعل محمد عالیاوی صاحب ومولانا حبیب الرحمٰن مدنی، ڈاکٹر اکرام الحق اصلاحی وناظم ضلعی جمعیت مولانا صالح سہیم مدنی صاحبان خطاب کرنے والوں میں قابل ذکر ہیں۔سامعین کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔اخیر میں صدارتی خطاب کے بعد دعاؤں پر اجلاس کا اختتام ہوا۔(صالح سہیم مدنی)

مسابقہ حفظ وتجوید قرآن کریم وحدیث شریف وسیرت رسول ﷺ وضلعی کانفرنس: بتاریخ ۱۷/فروری ۲۰۱۹ء بروز اتوار صبح ۹/بجے سے ضلعی سطح کا انعامی مقابلہ برائے طلبہ مدارس ضلع ارریا بہار مہر نگر ارریا کے احاطہ میں منعقد ہوا۔مسابقہ کل چھ زمروں پر مشتمل تھا جس میں کل ۴۰۷ طلبہ شریک ہوئے۔یہ مسابقاتی پروگرام شام تک جاری رہا۔نیز بعد مغرب امیر محترم مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند فضیلۃ الشیخ جناب اصغر علی امام مہدی سلفی کی صدارت میں ضلعی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مولانا محمد ہارون سنابلی صاحب حفظہ اللہ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند امیر وناظم صوبائی جمعیت بہار، شیخ نورالہدیٰ سلفی مفتی جامعہ سلفیہ بنارس مولانا محمد رضوان سلفی ورحمت اللہ سلفی صاحبان نے شرکت فرمائی۔خطابات کے بعد تقسیم انعامات کا پروگرام منعقد ہوا جس میں ہر زمرہ میں اول ،دوم، سوم پوزیشن لانے والے طلبہ کو انعامات دیئے گئے۔اخیر میں کچھ مہمانوں کی طرف سے تاثراتی کلمات بھی پیش کئے گئے جن میں طلبہ کی اتنی بڑی تعداد میں شرکت پر خوشی کا اظہار کیا گیا اور امیر وناظم مرکزی جمعیت، امیر وناظم صوبائی جمعیت ودیگر مہمانان نے ضلعی جمعیت اہل حدیث ارریا کو مبارکباد پیش کیا۔اخیر میں امیر محترم شیخ اصغر علی امام مہدی سلفی کی دعاؤں کے ساتھ مجلس اختتام پذیر ہوئی۔(کتبہ صالح سہیم مدنی ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث ارریا)

اجلاس عام: بتاریخ ۱۷/مارچ ۲۰۱۹ء بروز اتوار بعد نماز عشاء مدرسہ نعیم الاسلام السّلفیہ سسولہ کلاں جانی میرٹھ مغربی یوپی کا سالانہ اجلاس عام زیر صدارت فضیلۃ الشیخ اصغر علی امام مہدی السّلفی حفظہ اللہ امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند منعقد ہوا جس میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے فضیلۃ الشیخ محمد ہارون سنابلی ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے شرکت فرمائی۔بطور مہمان مقرر فضیلۃ الشیخ محمد جرجیس انصاری امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث مغربی یوپی نے مجلس کو زینت بخشی۔مقامی علماء میں مولانا محمد نعیم اثری، مولانا محمد محسن ریاضی، مولانا عبدالحمید کاشمیری، مولانا محمد فرمان اثری، مولانا محمد امان اللہ ریاضی، مولانا محمد نوشاد بھوجپوری، مولانا محمد نعیم مبارک پوری ،مولانا محمد عامر دریابادی ودیگر علماء کرام نے شرکت فرمائی۔دس حفاظ کرام کی دستار بندی ہوئی پروگرام میں سیڈبھر، باغپت، جانی، میرٹھ شہر، پیپلی کھیڑہ، ٹیالہ، بھوجپور، غازی آباد، رادھنہ، للیانہ اصیل پور، سسولہ کلاں اور دیگر مقامات سے افراد جماعت نے کثیر تعداد میں شرکت فرمائی۔نظامت کے فرائض مولانا محمد راشد اثری ناظم ضلعی جمعیت اہل حدیث میرٹھ نے انجام دیئے(من جانب محمد استخار ناظم مدرسہ نعیم الاسلام السّلفیہ سسولہ کلاں میرٹھ)

اجلاس عام: ۲۷/مارچ ۲۰۱۹ء بروز بدھ بعد نماز عشاء مدرسہ اسلامیہ سلفیہ سسولہ کلاں جانی میرٹھ میں سالانہ اجلاس عام زیر صدارت فضیلۃ الشیخ محمد ہارون سنابلی ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند منعقد ہوا جس میں مولانا کمال الدین سنابلی صاحب نے ''اصلاح معاشرہ کیوں اور کیسے'' کے عنوان سے پر مغز خطاب کیا، مولانا محمد اظہر مدنی نے ''قرآن مجید کی عظمت اور اس کے فضائل'' پر روشنی ڈالی مولانا عبدالغفار سلفی بنارس نے ''اولاد کی تربیت'' پر خطاب کیا اخیر میں

فضیلۃ الشیخ محمد ہارون سنابلی ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا صدارتی خطاب ہوا جس میں ناظم عمومی نے ''مدارس اسلامیہ کی ضرورت اہمیت اس کے مقام ومرتبہ'' پر تاریخی خطاب فرمایا ناظم عمومی نے مدارس اسلامیہ کے ماضی کے کارناموں کا جہاں ایک طرف ذکر کیا تو وہیں آج کے موجودہ دور میں مدارس اسلامیہ کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالی۔

اجلاس عام میں مقامی علماء کی کثیر تعداد موجود تھی وہیں میرٹھ شہر اور اس کے اطراف سے بڑی تعداد میں افراد جماعت نے شرکت فرمائی۔ (مولانا محمد محسن ریاضی صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ سلفیہ سسولہ کلاں جانی میرٹھ)

صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی کی مجلس عاملہ کی ایک اہم میٹنگ کا انعقاد: مورخہ: ۳۱/ مارچ ۲۰۱۹ء بروز اتوار صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی کی مجلس عاملہ کی ایک اہم میٹنگ بمقام اہل حدیث کمپلیکس، ابوالفضل انکلیو، اوکھلا زیر صدارت مولانا عبدالستار سلفی امیر صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی منعقد ہوئی جس میں متعدد دعوتی وتربیتی اور قومی وملی مسائل پر غور وخوض ہوا اور آئندہ کے لئے لائحہ عمل تیار کیا گیا۔ میٹنگ میں طے ہوا کہ دہلی میں بقرعید بعد اکتوبر کے مہینے میں صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کی جائے۔ ساتھ ہی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مؤقر ذمہ داران سے گزارش کی گئی کہ وہ آئندہ بھی اپنی آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس دہلی میں منعقد کر کے صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی کو خدمت کرنے کا موقع عنایت فرمائیں۔

اخیر میں قومی وملی مسائل سے متعلق قرار دادیں پاس کی گئیں۔ اجلاس میں کہا گیا کہ امن وامان بھائی چارہ اور انسانیت نوازی یہ بہت بڑی نعمتیں ہیں، اس کی قدر کرنا اور اس پر شکر گزاری کرنا سب کا اہم فریضہ ہے اور جو بات ان کے منافی ہوں، ان سے بچنا فرض ہے۔ لیکن بدقسمتی سے عصر حاضر میں ملک وبیرون ملک ایسے عناصر وقتاً فوقتاً ایسے جرائم کے مرتکب ہوتے ہیں جس سے امن کو، جان کو اور بھائی چارے کو شدید نقصان پہنچتا ہے، اس سلسلے کی ایک بدترین کڑی سانحہ پلوامہ کا بھی ہے۔ اجلاس میں پلوامہ میں سی آر پی ایف کے جوانوں پر ہوئے خودکش حملے جس میں چالیس سے زائد نوجوان جاں بحق ہوئے کی پرزور مذمت کی گئی اور حکومت سے جوانوں سمیت شہریوں کے جان ومال اور عزت آبرو کے تحفظ کو یقینی بنانے کی اپیل کی گئی۔ میٹنگ میں موجود موقر ارکان نے اپنے عزم کو دوہرایا کہ امن کے دشمن عناصر خواہ جو بھی بزدلانہ اور وحشی حرکتوں کے مرتکب ہوں لیکن ہم امن کے پیغام کو عام کرتے رہیں گے اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند نے ہندوستان میں سب سے پہلے جس طرح دہشت گردی کے خلاف اجتماعی فتوے دیئے، قومی، ریاستی، ضلعی اور مقامی سطح پر سیمینار کانفرنس اور سیمپوزیم کے ذریعہ دہشت گردی کو کنڈم کیا، اس کی شدید مذمت کی اور اس کو اسلام اور انسانیت کے منافی قرار دیا، ہم اس مشن کو لے کر آج بھی اسی عزم کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں اور اس کا تعاقب کرتے رہیں گے تا آں کہ عصر حاضر کا یہ ناسور ناپید ہوجائے اور امن وآشتی کا ہرطرف دور دورہ ہوجائے۔ میٹنگ میں نیوزی لینڈ کی دو مسجدوں میں حالیہ دنوں ہوئے دہشت گردانہ حملے کی سخت مذمت کی گئی، نیز نیوزی لینڈ حکومت، عوام اور متاثرین کے حوصلہ اوران کے ساتھ اظہار یکجہتی اوران کے انسانیت نواز کارناموں کی ستائش کی گئی جس کو معاصر دنیا میں بنظر تحسین دیکھا گیا۔

اس میٹنگ میں اتحاد بین المسلمین اور قومی یکجہتی کی ضرورت واہمیت محسوس کرتے ہوئے مسلمانوں اور اہل وطن سے اپیل کی گئی کہ وہ ملک میں اتحاد واتفاق اور بھائی چارہ کی فضاء بنائے رکھیں کیونکہ یہی ملک وملت کے مفاد میں ہے۔

اس اجلاس کا ماننا ہے کہ ہمارا ملک ایک جمہوری ملک ہے اور جمہوریت میں ووٹ کی بڑی حیثیت ہے۔ اجلاس کا ماننا ہے ملک کی تعمیر وترقی، سالمیت اور مستحکم بقاء کے لئے مخلص، محنتی، امانت دار، کرمٹھ، اور دیش اور دیش واسیوں کا بھلا چاہنے والے امیدواروں کا انتخاب کریں۔ اسی طرح سے کرپٹ، فسطائی ذہنیت اور ملک وقوم کو لوٹنے کھسوٹنے والے کو اپنا قیمتی ووٹ نہ دیں اور نہ ہی ان لوگوں کو جن کو اپنا ذاتی منفعت مطلوب ومرغوب ہے۔

اس اجلاس میں صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی کے نائب امیر حاجی قمرالدین صاحب کے جواں سال صاحبزادے اور ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی کے مولانا عرفان شاکر ریاضی کی خالہ محترمہ اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سرپرست اور سابق نائب امیر اور جمعیۃ علماء کیرالا کے امیر مولانا محی الدین عمری وغیرہ کی وفات پر اظہار رنج وغم کیا گیا اوران کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے دعائیں کی گئیں۔ صدر اجلاس کی دعاؤں پر مجلس کا اختتام عمل میں آیا۔ (مولانا محمد عرفان شاکر ریاضی ناظم صوبائی جمعیت اہل حدیث دہلی)

اعلان برائے داخلہ وضرورت عالم دین: مدرسہ خادم الاسلام اہل حدیث ٹانڈہ بادلی رامپور یوپی میں عربی اولیٰ تا ثالثہ متوسطہ وحفظ قرآن کریم کے لئے داخلے مطلوب ہیں خواہش مند طلباء ۲۰/ شوال ۱۴۴۰ھ تک مدرسہ ہذا میں پہنچ کر داخلے کی کارروائی مکمل کرالیں نیز طلباء عزیز کو قیام وطعام علاج ومعالجہ درسی کتب وسفرخرچ کی سہولت کے لئے ریلوے کنشیشن بھی دیا جاتا ہے۔ نوٹ داخلے صلاحیت کی بنیاد پر ہی ہوں گے۔ نیز مدرسہ ہٰذا کے لیے ایک ایسے باصلاحیت عالم کی ضرورت ہے جو تدریسی ذمہ داری کو بحسن خوبی انجام دے سکے نیز وضع قطع میں شریعت کے پابند ہوں مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ قائم کریں۔ (المعلن: حافظ محمد عمر ناظم مدرسہ خادم الاسلام، اہل حدیث ٹانڈہ بادلی، ضلع رامپور، یوپی 9012081413,

(9068255513

انتقال پر ملال: بڑے ہی رنج وغم کے ساتھ اطلاع دی جارہی ہے کہ جماعت وجمعیت کے بہی خواہ، جامعہ دارالہدیٰ گڑرہیا ضلع بلرامپور یوپی کے اہم حصہ اوراس کی تعمیر وترقی میں کلیدی رول ادا کرنے والے، غرباء ومساکین کے مسیحا، جناب عبداللہ سیٹھ اسٹیل والے ممبئی کا لمبی بیماری کے بعد ۱۶؍فروری ۲۰۱۹ بروز سنیچر شام تقریباً چار بجے انتقال ہوگیا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کے اندر خدمت خلق کا جذبہ، غریب بچیوں کی شادی میں امداد کرنا اور کرانا، دینی واسلامی شعار کی پابندی، علماء کرام کی توقیر کرنا جیسی صفات کوٹ کوٹ کر بھری تھیں۔ ملنساری اور خوش اخلاقی کی وجہ سے ہر کوئی ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا آپ کا جب بھی ممبئی سے آنا ہوتا بلاتفریق ہر کسی کے گھر جاکر ملاقات کرتے اور اسلامی تہذیب وتمدن کے ساتھ زندگی گذارنے کی نصیحت کرتے میرے ابا سے مرحوم کے روابط بچپن ہی سے اچھے تھے ان کے انتقال کی وجہ سے گاؤں والوں، علاقائی علماء بالخصوص میرے ابا کو زیادہ صدمہ پہنچا ہے میرا پورا پریوار ان کے اہل خانہ کے غم میں برابر کا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور لواحقین ومتعلقین کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین والسلام (غمزدہ: سراج احمد آس محمد سلفی گڑرہیا، ضلع بلرامپور، یوپی)

وفات حسرت آیات: نہایت رنج وغم اور افسوس کے ساتھ یہ خبر سنی جائے گی کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے سرپرست وسابق نائب امیر جمعیۃ علماء کیرالا کے امیر اور معروف عالم دین اور علم فرائض کے ماہر ومعلم فضیلۃ الشیخ عبدالصمد الکاتب رحمۃ اللہ علیہ کے برادر خورد معروف عالم دین مولانا محی الدین عمری صاحب کا کل مورخہ ۲۷؍مارچ ۲۰۱۹ء کو بعمر ۸۵ سال کیرالا میں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه ووسع مدخله واكرم نزله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما نقيت الثوب الابيض من الدنس وادخله فى جنة الفردوس والهم ذويه الصبر والسلوان بلاشبہ ان کی وفات عظیم دینی، ملی اور جماعتی خسارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، خدمت کو قبول کرے، جنۃ الفردوس کا مکین بنائے، جمعیت وجماعت اور قوم وملت کو ان کا نعم البدل عطا کرے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ آمین (شریک غم: اصغر علی امام مہدی سلفی، امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند وجملہ ذمہ داران، کارکنان ومتعلقین)

☆☆

ا۔جامعة المفلحات کوتہ پیٹ، بارکس، حیدرآباد، لڑکیوں کی دینی وعصری، اقامتی وغیراقامتی معیاری درسگاہ، اردو/عربی میڈیم

مسلمہ حکومت تلنگانہ

شعبہ جات: (1) حفظ وناظرہ (2) .L.K.G تا X مع متوسطہ وعالمیت (3) مختصر عالمیت (تین سالہ) دسویں پاس/فیل طالبات کے لئے (4) فضیلت (دوسالہ) داخلہ، تعلیم، قیام وطعام مفت (5) تدریب المعلمات والداعیات والمفتیات (ایک سالہ) برائے فاضلات، تعلیم، قیام وطعام مفت، ماہانہ اسکالرشپ

نوٹ: طالبات جامعہ سند عالمیت سے اردو یونیورسٹی حیدرآباد کے .B.A میں اور سند فضیلت سے .M.A میں براہ راست داخلہ کے مجاز ہیں۔

فون نمبرات: 9963635354/8008492052/9346823387/7416536037

(2) **جامعة المفلحات** کوتہ پیٹ، بارکس، حیدرآباد، لڑکیوں کی عصری اسلامی، اقامتی وغیراقامتی معیاری درسگاہ، انگلش میڈیم

مسلمہ حکومت تلنگانہ

شعبہ جات: .L.K.G تا x **مع اسلامک اسٹڈیز** فون نمبرات: 8074001169/9177550406

(3) **جامعة الفلاح** شریف نگر، حیدرآباد لڑکیوں کی دینی وعصری، اقامتی وغیراقامتی معیاری درسگاہ، اردو/عربی میڈیم

شعبہ جات: (1) حفظ وناظرہ مع انگلش، سائنس، تلگو وحساب (2) مختصر عالمیت (تین سالہ) مع کمپیوٹر کورس برائے SSC طلبہ (3) فضیلت (دوسالہ) تعلیم قیام وطعام مفت، مع ماہانہ اسکالرشپ

نوٹ: طلبہ جامعہ سند عالمیت سے مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی حیدرآباد کے B.A میں براہ راست داخلہ کے مجاز ہیں۔ فون نمبر: 9133428476/9502089170

(4) **فلاح انٹرنیشنل اسکول** شریف نگر، حیدرآباد، لڑکوں کی عصری واسلامی، اقامتی وغیراقامتی معیاری درسگاہ، انگلش میڈیم

مسلمہ حکومت تلنگانہ

شعبہ جات: Nursery تا x **مع حفظ یا عالمیت** فون نمبر: 9505872810/9133428476

مسلمہ حکومت تلنگانہ

(5) **مرکز الأیتام** کوتہ پیٹ، بارکس، حیدرآباد یتیم لڑکے اور لڑکیوں کے لئے اسکول وہاسٹل۔ انگلش میڈیم۔ جن لڑکے و لڑکیوں کی عمر 10 سال سے کم ہو اور والد یا والدہ کا انتقال ہوگیا ہو ان کے لئے تعلیم، قیام وطعام، کتب اور یونیفارم کے ساتھ طبی سہولیات کا مکمل انتظام ہے، جس میں سال بھر داخلے جاری ہیں۔

شعبہ جات (1) حفظ وناظرہ (2) .L.K.G تا x مع دینیات فون نمبرات: 9000002154/8008492052

المعلن: شریف محمد بن غالب الیمانی الاشراف، رئیس الجامعات